THE QAUMI MATAM

قومی ماتم

یعنی

جواد الدولہ - عارف جنگ - نجم الہند - آنریبل - ڈاکٹر

سر سید احمد خان بہادر

مرحوم کے مختصر حالات معہ قطعات تاریخ وفات و مراثی و نوحہ جات

مولفہ

ابو الفصاحت منشی محمد وجاہت حسین صاحب وجاہت صدیقی جھنجھانوی

۱۸۹۸ء

در مطبع مرقع عالم پریس ہردوئی مطبوع گردید

بار اول ۵۰۰ جلد — قیمت فی جلد ۹/

اس کتاب کے تمام حقوق بذریعہ رجسٹری محفوظ ہیں

شبیہ

آنریبل - ڈاکٹر - سر سید احمد خان بہادر

کے - سی - ایس - آئی - ایل - ایل - ڈی -

جواد الدولہ - عارف جنگ - آنریبل - ڈاکٹر سید احمد خان بہادر کے - سی - ایس آئی - ایل - ایل - ڈی

آپ ۱۷ - اکتوبر ۱۸۱۷ء کو دار السلطنت دہلی مین تولد ہوئے - آپکے بزرگ میر ہادی صاحب ہرات سے ہندوستان مین آکر آباد ہوئے تھے اور جد امجد جواد علی خان شاہ عالمگیر ثانی کے عہد مین ایک ہزار پیادہ اور پانچ سو سوارون کے افسر تھے - سید صاحب کو موروثی خطاب جواد الدولہ کا شہنشاہ نے عطا کیا تھا اور جب بہادر شاہ کے عہد مین اسکی تجدید ہوئی تو اسپر خطاب "عارف جنگ" بھی ایزاد کیا گیا - آپ کا سلسلہ والدہ کی طرف سے بھی ایک اعلیٰ دودمان سے ملتا تھا آپکے نانا خواجہ فریدالدین احمد صاحب ایک کامل بزرگ تھے جو لارڈ ولزلی کے ساتھ بحیثیت اٹاچی[۱] فارس کو گئے اور طہران سے واپس آنے پر دربار آوا کے پولیٹکل افسر مقرر کیے گیے - دو سال کے بعد وہ دہلی واپس آگئے - مگر اکبر ثانی کے عہد مین اونکو پھر کلکتہ کی طرف جانا پڑا - سید احمد خان کے والد محمد تقی خان نے اپنا تمام وقت مذہبی امور مین صرف کیا اور صرف خطاب ہی لینے سے انکار نہ کیا بلکہ اپنے زمانہ کے بادشاہ دہلی کی وزارت بھی نامنظور کی - اسلیے

---

[۱] یعنی پیگار ۱۲

یہ جلیل القدر عہدہ سرسید کے والد ماجد کی تحریک سے اُنکے نانا فرید الدین خان بہادر کو دیا گیا تھا
اور اسکے ساتھہ ہی انکو - دبیر الدولہ - امین الملک - مصلح جنگ "- کے خطاب بہی عطا
ہوئے - گو سید صاحب کے والد خلوت نشین تھے تاہم بادشاہ سے انکو اسقدر تعارف حاصل
تھا کہ جملہ اہم معاملات مین ان سے مشورہ لیا جاتا تھا - سرسید اپنی ابتدائی عمر مین برابر
شاہی محل مین جایا کرتے تھے اور بادشاہ انکو خلاع فاخرہ اور انعام و اکرام عطا فرمایا کرتے تھے
خواجہ فرید الدین کی وفات پر سرسید کے والد ماجد محمد تقی خان اُنکے عہدے اور
خطابون کے وارث قرار پائے - مگر اوسوقت سلطنت مغلیہ برائے نام رہگئی تھی اور
گو شاہ عالم تخت نشین تھے مگر انکی حکومت قلعۂ دہلی سے آگے کوئی نہین مانتا تھا -
صاحب برٹش رزیڈنٹ ہی بادشاہ اور مالک تھا اور بادشاہ کو (جو اوسکے ہاتھون مین
کٹھہ پُتلی تھا) اپنی شان و شوکت قایم رکھنے کے لیے کچھہ روپیہ دیدیا کرتا تھا - ۱۸۳۶ع
مین سرسید کے والد ماجد راہی ملک بقا ہوئے - سرسید کے جد امجد کے تمام خطاب
ان کو ملے - اور اس کے ۲۰ سال بعد بہادر شاہ (جسنے غدر مین عجیب عجیب حماقتین
کی تہین) قید کر کے رنگون بہیجا گیا جہان چند سالون کی پولٹیکل قید کے بعد وفات پائی -
سرسید احمد خان نے ابتدائی تعلیم اپنی والدہ ماجدہ سے پائی تھی جو ۱۲ سال کی عمر تک
دن کی پڑہائی رات کے وقت سُنا کرتی تہین - مگر سرسید انگریزی زبان سے بے بہرہ
تھے جنوری ۱۸۳۷ع مین دفتر صدر امین دہلی مین صیغۂ فوجداری کے سرشتہ دار مقرر ہوئے
جسکے تین سال بعد مسٹر رابرٹ ہملٹن کمشنر آگرہ کے ڈپٹی ریڈر ہوئے اور ۱۸۴۱ع مین
فتحپور سیکری کے سب جج ہوئے اور یہان سے پانچ سال کے بعد بحیثیت موجودہ
دہلی کو تبدیل ہوئے اور یہی وہ زمانہ ہے جب اونکے دل مین قومی دنیا پر نظر ڈالنے اور
مسلمانون کے ترقی و تنزل کے اسباب پر غور کرنے کا شوق پیدا ہوا - سرسید کی سب سے
پہلی تصنیف قانونی سوالات کا خلاصہ بنام " خلاصۃ الاخوین " ہے - انہون نے اپنے

بڑے بھائی کے ساتھ شامل ہو کر لکھی تھی۔ مگر ۱۸۴۷ء مین اُنھون نے اپنی مشہور کتاب "آثار الصنادید" کھنڈرات دہلی کی نسبت شایع کی تھی جسکی تالیف کے لیے اِنکو ایک مدت مدید تک منہدم عمارتون اور شکستہ کھنڈرونکی خاک اوڑانا پڑی۔ اِن سنسان اور وحشت خیز مقامات مین غالباً بہت سے آدمیون کا گزر ہوا ہو گا۔ لیکن سرسید کے لیے اِن آثار شکستہ نے وہی کام دیا جس سے بڑھکر امید نہین ہوسکتی تھی۔ اِسلیے کہ سرسید نے وہان ایک ایک تھر اُلٹ کے قومی تاریخ کے ایک ایک صفحہ کا مطالعہ کیا اور اوس سنسان اور وحشتناک سین مین اگر کبھی قدیم نامورون کے حسرتناک خاتمہ پر دو آنسو بہائے ہونگے تو اوسی وقت اِس سناٹے مین فرشتہ غیب کی زبان سے اُمید و آرزو کے بھی چند لکچر سُن لیے ہونگے۔ اِس سے انکار نہین کیا جاسکتا کہ دہلی کے ویرانون مین اِسطرح ٹھوکرین کھانے ہی نے سرسید کو وہ شخص بنادیا کہ جسکا مرثیہ لکھنے کی اسوقت قوم کو ضرورت محسوس ہوئی ہے

کتاب آثار الصنادید کی تیاری کے بعد محض اتفاقی طور پر یہ پہلا نتیجہ ظاہر ہوا کہ فرانس کے ایک زبردست مبصر نے عقاب کی طرح دور سے اپنی تیز نگاہون کی شعاعین ڈالین اور دہلی کی خاک مین ایک ہیرے کو چمکتا ہوا دیکھکر اوسکا قدردان ہوا۔ وہ ہیرا سرسید تھے جنکو فرانس مین سب سے پہلے امتیازی خلعت کا جامہ پہنایا گیا اور بغیر کسی قسم کے خارجی تعلقات کے وہ پیرس کی ایشیاٹک سوسائٹی کے ممبر منتخب کیے گیے انگلستان کی سوسائٹی کو سید صاحب کی ممبری کا ۱۸۶۰ء از فرانس کے بعد حاصل ہوا آپکی کتاب آثار الصنادید کا ترجمہ ایم گارسن ڈی ٹیسی نے فرانسیسی زبان مین کیا ہے۔

سرسید کی دیگر تصنیفات و تالیفات۔ تبیین الکلام فی تفسیر التوراۃ والانجیل۔ تہذیب الاخلاق۔ تفسیر قرآن مجید موسومہ تفسیر احمدیہ۔ اور اور بہت سی کتابون کے مصنف ہین جنمین سے تہذیب الاخلاق کی اسوجہ سے زیادہ شہرت ہوئی کہ اسمین مسلمانون کو اپنی

حالت پر غور کرنے کی توجہ دلائی گئی تھی -

مذہب اسلام کی حمایت مین آپ کی ایک اور مشہور تصنیف بھی اعلیٰ درجہ کی ہے جسکا نام خطبات احمدیہ ہے اسکا انگریزی ترجمہ اصل اُردو سے پہلے شایع ہوا تھا اِن تصانیف سے ایک جدید علم اسلام کی بنیاد ڈالے جانے پر علماے اہل اسلام مین بہت تخالف پیدا ہو گیا اور اونہون نے سید صاحب کی نسبت عجیب وغریب فتوے دینے شروع کر دیے -

سرسید ۱۸۵۵ء مین رُہتک کے سبارڈی نیٹ جج مقرر ہو گئے اور اُسکے پانچ سال بعد اسی حیثیت سے بجنور کو تبدیل ہو گئے -

ظاہر ہے کہ سید صاحب کی عمر کا وہ حصّہ جو غدر سے پہلے گذرا بالکل انہیں امور پر غور کرنے مین صرف ہوا کہ مسلمان روز بروز کیون تنزل کرتے جاتے ہین اور کیا وجہ ہے کہ دنیا کے ہر حصّہ مین اسلامی قوت ضعیف ہوتی جاتی ہے -

مین اگر یہ دعویٰ کرون تو شاید نازیبا نہ ہوگا کہ سرسید نے قومی ضعف کو اُسوقت معلوم کر لیا جسوقت کسی کے وہم وگمان کو بھی اِس طرف متوجہ ہونا پڑا - اور مرض اسقدر درجہ پر نہین پہونچا تھا کہ قطعاً لاعلاج سمجھا جاے -

سرسید ابھی اس خیالی مدرسہ مین تعلیم ہی پا رہے تھے کہ ہندوستانیون اور خصوصاً مسلمانون کی بدقسمتی سے ہند مین غدر شروع ہو گیا اسوقت آپ بجنور مین تھے اور چونکہ اس واقعہ کو قومی اغراض کے لیے ایک نہایت ہی سخت مصیبت خیال کرتے تھے لہذا پوری توجہ سے کوشش کرنے لگے کہ جہانتک ہو سکے اپنے علاقہ کے مسلمانون کو اس فاش غلطی سے بچائین چنانچہ جتنے انگریزون نے ان کے پاس آکر پناہ لی اونکی جانین بچائین اور اس کوشش مین یہانتک مضبوطی دکھائی کہ بعض اوقات اونکے سینہ پر خنجر بھی رکھدیا گیا مگر اونہون نے اُس قدیم عربی شان کو نہ چھوڑا کہ جس مصیبت زدہ کو پناہ دی جاے اُسکے

ساتھہ اپنی جان بھی رہے - ایک موقعہ پر تقریباً بائیس لیڈیان اور بچے معہ چند جنٹلمین
نوجوانون کے موجود تھے جنکی جانین سخت ہی معرض خطر مین تھین - مسٹر شکسپیر بااختیار
سول افسر تھے اور سر سید اُنکے دائین بازو تھے جنہون نے ملک ٹھیان سوارون اور پیدلونکا
ایک دستہ جمع کیا اور مرادآباد و بریلی سے خبرین منگانے کے واسطے ایک محکمہ خبر قایم کیا
ماہ مئی ۱۸۵۷ء کے اخیر مین دیہات گرد و نواح کے باشندون نے سرکاری جیلخانہ بجنور
پر حملہ کیا اور سر سید نے اُنکی سرکوبی مین مسٹر شکسپیر کو ہر طرح مدد دی اس کے چند روز
بعد رڑکی کے باغی بجنور پہونچ گیے اگر اسوقت سر سید موجود نہوتے تو اس اسٹیشن
کے تمام یورپینون کے بیدریغ تہ تیغ ہونے مین مطلق شبہہ نہ تھا اُن کو بصد مشکل
ٹالنے کے بعد بریلی کے باغی دندناتے ہوئے سر پر آ موجود ہوئے لیکن اس آفت
سے بھی خداوند کریم کی عنایت سے نجات ہوئی اس موقع پر زیادہ خطرہ کی یہ وجہ تھی کہ جو پٹھان
مسٹر شکسپیر نے بھرتی کیے تھے اُن کی باغیون کے سرغنہ نواب محمد خان کے ساتھہ
سازش ثابت ہوئی یہ شخص دو ہزار آدمیون کی بھیڑ بھاڑ ہمراہ لیکر تیر کی طرح بجنور کو آیا اور
آتے ہی اس مکان کا محاصرہ کر لیا کہ جہان یورپین لوگ ۸ سو محافظون کے ساتھہ محصور تھے
اس موقعہ پر سر سید نے اپنی جان ہتھیلی پر رکھہ کر نہایت حکمت عملی اور قابلیت سے اُنکی جانین
موت کے مُنہ سے بچائین وہ یورپینون کی طرف سے بحیثیت ایلچی نواب کے پاس گیے
اور اُنکی منت و سماجت کی کہ انگریزون کو اس شرط پر جانے دین کہ وہ ضلع بریلی آپکے حوالے
کر جائین نواب نے اس بارہ مین تحریری سند مانگی - سر سید نے اس دستاویز کا مسودہ
ایسے الفاظ مین تحریر کیا کہ یہ اوسوقت تک نواب کے قبضہ مین رہے گا جب تک انگریز
پھر اِسکے دعوے کے واسطے موجود نہون اس حکمت سے مسٹر شکسپیر اور اونکے ہمراہی
جان بچا کر میرٹھہ پہونچے نواب محمد خان نے سر سید کو اپنی طرف سے ضلع مذکور کا اہتمام دینا
چاہا - مگر سر سید نے جن شرایط پر ایسا کرنا چاہا وہ نواب کو منظور نہ تھین اسکے بعد نواب کو

ہندو زمینداروں نے شکست دی اور صاحب کمشنر نے سید کو کہا کہ وہ دوسرے وفادار اور معتبر افسروں کے ساتھہ ملکر اس ضلع کا اہتمام اپنے ہاتھوں مین لین۔ اسکے ایک ماہ بعد امن تو ہو گیا مگر بہر زمان کے مسلمان انگریزون سے بگڑ گیے اور سید بمشکل جان بچاکر دہلی پہونچے ان کو ان خدمات کے صلے مین دو سو روپیہ ماہوار کی پنشن تاحیات خود اور ان کے بڑے بیٹے کو خلعت عطا ہوا اور مسٹر شکسپیر نے انکی نسبت انعام کے واسطے سفارش کرتے ہوئے ان کی اعلیٰ درجہ کی وفاداری اور صاف اور سلیم ججمنٹ۔ راست بازی اور سرگرمی کا تذکرہ کیا۔

اب یہ واقعہ انگریزون کے نزدیک سرکاری خیر خواہی کا ایک بہت بڑا نمونہ تصور کیا جاتا ہے جسکو انگریز بڑی خوشی سے بیان کرتے ہین اور سید صاحب کا سب سے بڑا سرمایہ فخر قرار دیتے ہین چنانچہ ۱۸۵۸ء مین سر جان اسٹریچی لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی نے کہا کہ کبھی کسی شخص نے برٹش گورنمنٹ کی نسبت اپنی وفاداری اور حوصلہ کا ایسا ثبوت نہین دیا جیسا کہ ۱۸۵۷ء مین سید نے دیا۔ اگرچہ ہم بھی اس امر کو سید صاحب کے لیے موجب فخر سمجھتے ہین مگر دوسری حیثیت سے یہ نہین کہہ سکتے کہ سید صاحب نے محض انگریزون کو خوش کرنے کی غرض سے اپنی جان خطرے مین ڈالی تھی نہین وہ اُس حمیت سے کام لے رہے تھے جو قدیم سے عربی خون کا جوہر چلی آتی ہے اور جسکی وجہ سے عرب کا ذلیل سے ذلیل جھونپڑا بڑی بڑی سلطنتوں کے مقابلہ مین پناہ گزینوں کے لیے ایک مضبوط اور مستحکم قلعہ سمجھا گیا ہے باغی لوگ ظالم تھے اور بے خطا و قصور ہر سفید چمڑے والے کو قتل کر رہے تھے جنکو اسلامی حمیت کبھی گوارا نہ کر سکتی تھی۔

میرے نزدیک سید کے کارنامون مین سب سے بڑا قابل فخر واقعہ یہ تھا کہ خیرخواہی سرکار کے معاوضہ مین جب اونکو ایک علاقہ بطور جاگیر دیا جانے لگا تو اونہون نے

اِسکے لینے سے انکار کر دیا اور انکار کیون کیا؟ صرف اِسلیے کہ وہ ایک مسلمان رئیس سے چھین کے اور ایک کلمہ گو کو تباہ کرکے دیا جاتا تھا - یہ جوہر تھا جسکے لیے اسلامی دنیا سرسیّد کو رو رہی ہے دہلی کے قدیم اور بوسیدہ کھنڈر جو پردرد پُرحسرت اثر انسان کے دل پر ڈال سکتے تھے یا جو عبرت خیز سبق اِن زندہ تاریخون سے کہنہ و بوسیدہ اوراق سے مل سکتا تھا اوس سے زیادہ اور کہین زیادہ دلخراش سمان سرسیّد مرحوم کو غدر کی شرفا کُردی اور ہندوستان کے اُس انقلاب عظیم مین نظر آیا جسکا ذکر کرتے ہوئے خوف معلوم ہوتا ہے اونھون نے اپنے خونچکان دل اور پُرنم آنکھون سے دیکھا کہ صدہا عزیز و قریب اور ہزارہا پشتہا پشت کے رئیس و شریف بیکسی و مظلومی سے زمانہ کی چکی مین پس رہے ہین - صدیون کے لگائے ہوئے باغ مین دیکھتے ہی دیکھتے خزان آگئی تھی اور سربفلک قصر و ایوان باہیبت و جبروت تاجدارون کے عشرتکدے اور نامور فتحمندون کے عالیشان محل کھُد کھُد کر خاک مین مل رہے تھے خدا غریق رحمت کرے اس مرحوم بڈھے کو جسے خدا نے متاثر دل دیا تھا اور جسپر اِن ہولناک اور پُرعبرت تماشون سے جو نقش پڑے وہ زندگی کے آخری عہد اور دم واپسین تک بدستور قایم رہے قومی ادبار کی جو تصویر آنکھون کے سامنے پھری تھی مرتے دم تک پھرتی رہی اور ہمیشہ اور ہر لحظہ عجب سوز و گداز کے لہجہ مین قومی قومی پکارتا رہا اِس عجیب و غریب شہر آشوب نے سیّد صاحب کے دل پر کچھ ایسا اثر کیا تھا کہ ہندوستان سے ہجرت کر جانے اور مکہ معظمہ مین جا کر بیٹھ رہنے پر آمادہ ہو گیے تھے - مگر فرشتہ غیب کی آواز نے اِن کے کان مین کہدیا کہ یہ بہت بڑی کمزوری اور بزدلی ہے -

اکثر قوم مین کچھ خرابیان نظر آتی ہین تو اُنکے دور کرنے کی کوشش کرنا چاہیے چنانچہ وہ اپنے اِس خیال سے باز آگئے اور قومی فلاح و بہبود کے ذریعے ڈھونڈھنے لگے

حسن اتفاق یا مسلمانون کی خوش قسمتی سے اسی زمانہ مین اُن چند لائق انگریزون سے صحبت کا اتفاق ہوا جو سید کے احسانمند تھے اور جو ہر امر مین انھین نیک مشورہ دینے پر آمادہ ہو گئے - یہ تو نہین کہا جا سکتا کہ سید کو اپنے آیندہ اغراض زندگی کے متعلق اُن انگریزون کے مشورے سے کیسی اور کسقدر مدد ملی - مگر اِس سے انکار بھی نہین کیا جا سکتا کہ سید مرحوم کو اُون سے ملکر انگریزون کے مذاق و عادت مین عمدہ بصیرت پیدا کرنے کا اچھا موقعہ مل گیا اُنہون نے دیکھا کہ انگریزون مین قومی یکجہتی اور ملکی ترقی کا کسقدر خیال ہے وہ اپنے ہر اصول کی پابندی مین کسقدر مستقل مزاج اور ہر رسم و رواج پر کسقدر آزادی اور بے تعصبی سے نظر ڈالتے ہین دنیاوی معاملات تو درکنار اپنے مذہبی امورات مین بھی اُنہون نے امتداد زمانہ کی آمیزشون اور انسان کی فطری کمزوری یعنی اوہام پرستیون سے کس حد تک پاک و صاف کر لیا ہے اِن تمام باتون کو دیکھکر اونہون نے اپنی قوم کی طرف نظر ڈالی اور دیکھا کہ یہان سرے سے وہ قومی یکجہتی اور ہم آہنگی ہی نہین ہے جو قوم کی ترقی کا پہلا زینہ ہوتا ہے -

ایک عرصہ تک سید اپنے ہی خیال مین فاتح و مفتوح کا مقابلہ کرتے رہے اور اُسوقت اپنے ہم مذہبون کے عیوب کے متجسس ہوے جبکہ سارے مسلمان خواب غفلت مین تھے اور ہر شخص اپنی اپنی جہالتون پر متنبہ ہونے کے عوض ناز کر رہا تھا -

اِنھین دنون انگریزون مین بعض متعصب لوگون کے اشتعال دینے سے یہ خیال عام طور پر پھیل گیا تھا کہ غدر کی ابتدا اگرچہ بظاہر ایک ہندو سے ہوئی - مگر حقیقت مین اُسکے بانی مسلمان تھے اور چونکہ ہر طرف کی فتنہ پردازیون اور بغاوتون نے انگریزون کی قوت توڑ کے دہلی اور لکھنؤ کے مسلمان شاہی خاندانون کی طرف توجہ کی لہذا اِس خیال کو انگریزون کی نگاہ مین اور زیادہ تقویت ہو گئی اس موقعہ پر سید نے بغیر اسکے

کہ زمانہ کا ذرا بھی پاس و لحاظ کرین بڑی آزادی سے دعوے کیا کہ بغاوت کی بنا ہندوستان کی کسی قوم کی شورش کا نتیجہ نہ تھی بلکہ گورنمنٹ کو خود اپنی پولٹیکل غلطیون سے یہ روز بد دیکھنا نصیب ہوا اس راے کے ظاہر کرنے کے لیے سید صاحب نے ہندوستان مین ایک پمفلٹ شائع کیا جسکا عنوان تھا " اسباب بغاوت ہند " اس پمفلٹ کا چند روز بعد انگریزی مین ترجمہ ہوا اور انگلستان کے اہل الراے کی نظر سے گذرا بعض معزز انگریزون نے دعوی کر دیا کہ " بغاوت " اسلام کا لازمی جزو ہے اور مسلمانون کے خمیر مین موجود ہے سید صاحب نے چونکہ قومی ہمدردی کا بیڑا اُٹھا لیا تھا لہذا اسکی تردید پر بھی فوراً آمادہ ہو گئے اور اپنی دماغی اور قلمی کوششون سے آخر کار کامیاب ہوئے بغیر نہ رہے۔

اسی زمانہ مین گورنمنٹ سے یہ سب بڑی غلطی ہو گئی کہ اوسنے وہابیون کو محض وہابی ہونے کی بنا پر مجرم اور باغی قرار دیدیا۔ سید ہی پہلے شخص تھے جنہون نے اس غلطی کو دریافت کیا اور جسکی اصلاح اونہون نے اس خوبصورتی کے ساتھ کی کہ سر ولیم میور کو جو اُن دنون ممالک مغربی و شمالی کے لفٹنٹ گورنر تھے اپنی غلطی کے ساتھ سید صاحب کی اعلی لیاقت اور معاملہ فہمی کا اعتراف کرنا پڑا جو کارروائی اس موقعہ پر سید صاحب نے کی تھی اوسکو اس زمانہ کے آزاد مزاج نوجوان سنینگے تو حیرت کرینگے اونہون نے ایک اشتہار کے ذریعہ سے دعوے کیا کہ وہابیون کا جو حلیہ اور اون کی جو قطع و وضع گورنمنٹ کی طرف سے بتائی گئی ہے مین بھی بالکل اُسی رنگ ڈھنگ کا آدمی ہون مگر تعجب کا مقام ہے کہ اسوقت تک گرفتار نہین کیا گیا۔ یہ اشتہار ایک معزز سویلین اخبار مین شائع ہوا اور سر ولیم میور کی نظر سے بھی گذرا اسکے چند ہی روز بعد ایک موقعہ پر سر ولیم میور موجود تھے کہ سر سید احمد بھی پہونچ گئے۔ میور صاحب نے سید کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ آپ بھاگ جائیے کہین ایسا نہو سرکاری پولیس آ کر آپکے

گرفتار کرلے - اسکے جواب مین سید کی زبان سے بے ساختہ یہی جملہ نکلا کہ "بے شک اوس گورنمنٹ کی قلمرو سے بھاگ جانا بہتر ہے جو کسی شخص کو اوسکے مذہب کی بنیاد پر مجرم قرار دے" سر ولیم میور نے اسکے بعد ہنسکر اطمینان دلایا کہ گورنمنٹ کا وہ حکم منسوخ کر دیا گیا ہے اور آپ خوش ہو جیئے کہ اب کوئی وہابی صرف وہابی ہونے سے مجرم نہ سمجھا جائیگا اِس طرح اپنی جان کو خطرے مین ڈالکر اِس شخص نے قوم کی ہمدردی کی جسکی نسبت کفر کا فتوے دیا جاتا ہے۔

ہان اِس موقعہ پر مین ایک ضروری امر کا ذکر کرنا بھول گیا ہون اور وہ یہ ہے کہ جب انگریز مسلمانون کی جانب سے پورے طور پر بدظن ہو گئے تو سر سید نے ایک اور رسالہ بھی "وفادار مسلمانان ہند" کے نام سے شایع کیا تھا اور اوس سے اپنے ہم مذہبون کی بدنامی کا دھبہ مٹایا تھا۔

اِس رسالہ کے لکہنے کی ضرورت کے ساتھ ہی سر سید کو ایک اور زیادہ تر اہم رسالہ کے شایع کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی جسکا نام "تعلیم اسلام کی ضرورت ہے" رکھا گیا اوسوقت مسلمانونکو زیادہ تر منطق فلسفہ۔ عربی لٹریچر اور مذہبی تعلیم دیجاتی تھی اسمین تاریخ جغرافیہ اور آرٹس اور سائنس شامل نہین تھے سید صاحب نے اپنی فراست سے اِنکی ضرورت کا احساس کیا اپنا کام شروع کرنے سے پہلے ہی اونہون نے اپنا خیال تعلیم کی نسبت سر چارلس مٹکاف کے کلمات مین قایم کیا یعنی یہ کہ تعلیم ایسی ہونی چاہیئے جس سے تعصب دور ہو اور تمنائین پاک و صاف ہون ہماری گورنمنٹ کے قواعد کی نسبت معقول یقین پیدا ہو حکام و رعایا کو ایک دوسرے سے ہمدردی ہو کچھہ عرصہ تک چند اسباب اِس خیال کے پورا کرنے مین حائل رہے - بعد اسکے سر سید نے تعلیمی اور علمی تصانیف کی طرف توجہ معطوف کی اور ۱۸۵۹ء مین متاخرین تاریخ کی تعلیم کے واسطے مراد آباد مین ایک مدرسہ جاری کیا مگر اِس مضمون کی اُردو زبان

مین کتب کی کمی سے مفید اور مستند کتابون کے ترجمے کرانے کی ضرورت معلوم ہوئی ۱۸۶۲ء مین انجیل کی تفسیر لکھی جسکا تذکرہ پہلے بھی کیا جاچکا ہے مگر چونکہ انگریزی زبان سے وہ مجبور تھے اسلیے پہلی تین جلدین لکھنے کے بعد ان کو یہ کام ترک کرنا پڑا ۱۸۶۴ء مین وہ غازیپور تبدیل ہوئے جہان کتب کے ترجمہ کرنے کی نسبت ان کا خیال سائینٹفک سوسائٹی علی گڈھ کے قایم کرنے سے عملی طور پر پورا ہوا جس سوسائٹی نے اُردو لٹریچر کو ترقی دینے مین نمایان کارروائی کی ہے اور صاف وسلیس اُردو زبان کو رواج دیا ہے اِس کی افتتاحی رسم کے موقعہ پر سید نے جو تقریر کی وہ عمدہ دیسی لٹریچر کا نمونہ تھی جس کو حاضرین نے نہایت دلچسپی سے سُنا ۱۸۶۵ء مین آپ نے وکٹوریہ کالج غازیپور کے کھولے جانے کے وقت جس کے قایم کرنے مین آپ نے نمایان پارٹ لیا تھا اپنی تقریر مین تعلیم کی نسبت اپنے شستہ اور پاکیزہ خیالات ظاہر کیے تھے۔

نومبر ۱۸۶۶ء مین لارڈ لارنس نے جبکہ وہ ہند کے گورنر جنرل تھے ان کو اشاعت تعلیم کے صلہ مین ایک طلائی گھڑی اور لارڈ میکالے کی تصانیف کی ایک کاپی عطا کی تھی سید صاحب نے اتنے دنون کے غور وتامل کے بعد مسلمانون مین قومی روح اور اخوت کا جوش پیدا کرنے کی جو ضرورت ثابت کی تھی اوسکی ابتدا اگرچہ صرف اِس چھوٹے مدرسے سے ہوئی جو آج تک غازیپور مین قایم ہے مگر حقیقی اور اہم تجویز وہی سائنٹفک سوسائٹی ہے جسکا مختصر ذکر اوپر آچکا ہے۔

سید صاحب کی یہ کوشش قوم وملک کو ترقی کے زینون پر تھوڑا بہت چڑھانے لگی تھی کہ ناگہان انکا تبادلہ غازیپور سے بنارس ہوگیا - ہندوون کے اِس قدیم اور عالیشان مرکز مین انھین زیادہ تر اس امر کے اندازہ کرنے کا موقعہ ملا کہ ہندوون اور مسلمانون کی حالت مین کیا فرق ہے - انہون نے دیکھا کہ ہندوون کو انگریزون کی اطاعت انگریزی کی

زبان حاصل کرنے انگریزون کے خیالات و معاشرت کے اتباع کرنے مین
کسی قسم کا عذر و تامل نہین بخلاف مسلمانون کے جو انگریزون کی ہر چیز کو تعصب اور نفرت
کی نظر سے دیکھہ رہے تھے اِن کے مولوی انگریزی پڑہنے کو کفر بتاتے تھے
اور اِن کے امرا و متوسطین انگریزی معاشرت سے کسی چیز کے اختیار کرنے کو بہی
اپنی وضعداری اور اپنی قومی غرور کے خلاف تصور کرتے تھے اور بیشک فطرت
بہی اسی بات کی متقاضی تہی ایک غیر قوم کے علوم و فنون کے لیے اوسکے اوضاع
و اطوار کے اختیار کرنے کے ہندو چہ سات سو برس بیشتر سے عادی ہو چکے تھے
اِن کا قومی غرور صدیون پہلے ٹوٹ چکا تہا کسی غیر مذہب اور غیر قوم سے خوشہ چینی
کرنے کا مزہ وہ اچہی طرح اوٹہا چکے تھے اِنکی نظر مین انگریز اتنے ہی ملکش ہو سکتے
تھے جتنے کہ مسلمان تھے پہر کوئی وجہ نہ تہی کہ مسلمانون سے سبق
لے چکنے کے بعد اب وہ انگریزی پروفیسرون کے سامنے زانوے شاگردی تہ کرنے
یا اسمین کسی قسم کے تامل کو دخل دینے - مگر مسلمانون پر یہ پہلی مصیبت تہی وہ اسوقت
تک کسی غیر قوم کی ماتحتی کے عادی نہ تھے وہ اپنی قومی تاریخون مین پڑہ چکے تھے
کہ نصرانیون اور مسلمانون مین کیا نسبت ہے اِن کو یاد تہا کہ اسپین کے کتب خانون
اور اندلس کے علما و فضلا کی تصانیف کو انہین نصاری نے کسطرح غارت کیا ہے
اور مسلمانون پر اِن کے ہاتہہ سے کیسی کیسی مصیبتین گذر چکی ہین حروب صلیبیہ کے
میدانون کے نقشے اہل اسلام کے پیش نظر تھے اور بخوبی معلوم تہا کہ عیسائی مسلمانون
کے قدیمی حریف ہین ایسی صورت مین یہ کوئی آسان بات نہ تہی کہ مفتوح ہو جانیکے
بعد ہی مسلمان عیسائیون کے علم و فضل کو اختیار کر لیتے اور اِن کے معاشرت اور
عادات کی طرف ادنی میلان طبع سے بہی توجہ کر سکتے در اصل یہہ بہت ہی اہم اور
نازک موقعہ تہا اور ایسا نازک کہ انہین موقعون پر قدیم الایام کی بہت سی قومین غارت ہو گئین

اور انکی نسلیں بیخ و بنیاد سے اوکھاڑ کر پھینکدی گئیں ذرا تاریخ پر نظر ڈالیے اور دیکھیے
یہی چیز تھی جسنے مصریون اور ان کے مذہب کو یونانیون کے ماتحت ہوتے ہی
خود اونکے وطن مین اونکو فنا کردیا یہی بات تھی جسنے بنی اسرائیل یعنی یہودیون کی قوم
کو بارہا فنا ہونے کے قریب پہونچا دیا اور اگر نیچے بھی تو زمانہ دیکھ رہا ہے کہ کیونکر
نیچے اور ہین تو کس حالت مین ہین۔ نصاری کے عروج و اقبال کے زمانہ مین اِسی بات
نے یہ قیامت برپا کردی کہ آج تمام یورپ مین ایک شخص نہین جو قدیم مذہب
کا نام لینے والا ہو دنیا کی تمام نامور قومین ایسے نازک موقعون پر جس مذلت اور
مسعدو میت کے گڑھے مین گراکی ہین اسی کے کنارے پر ان دنون مسلمان بھی پہونچ چکے
تھے اور بیشک یہ بھی اِسی گڑھے مین گر گیے ہوتے اگر سید موجود نہوتا۔
اِسنے حاکم و محکوم کے تعلقات صاف کیے اور مسلمانون کو حضیض ادبار مین گرتے گرتے
ہاتھ پکڑکر سنبھال لیا وہ تمام فنا شدہ قومین جنکا فسانہ اوپر بیان ہو چکا صرف اسی سبب سے
فنا ہوئین کہ انہین سید کا سا کوئی شخص نہین تہا سید احمد خان نے اوسوقت کوشش شروع
کی کہ حاکمون اور عیسائیون کی طرف سے جو نفرت و وحشت مسلمانونکو ہے وہ دور کیجائے
اور مسلمان جسطرح بنے اسبات پر آمادہ کیے جائین کہ انگریزون کے علوم و فنون کو سیکھین
انکی طرز معاشرت اور عادات و اخلاق سے مانوس ہون اور ترقی کے اُسی راستے پر
چل نکلین جسپر کہ ترقی یافتہ مغربی قومین چل رہی ہین اِس تہوڑی سی مدت مین اسقدر اہم
اور قریب محال نتیجہ پیدا کرنا اور پوری قوم کے تعصبات کو توڑ کے یکایک اِن مین
اتنا بڑا عجیب انقلاب پیدا کردینا اگر اسکو سید کا ایک بہت بڑا معجزہ کہا جائے تو بیجا نہو گا
انہین دنون اُنہون نے پہلا طریقہ یہ اختیار کیا کہ اپنے بیٹے مسٹر محمود کو تربیت و تعلیم کی
غرض سے انگلستان بھیجنے کی کوشش کی تاکہ بمصداق ہندوستانی مثل کے "برکت
اپنے ہی گہر سے شروع ہو" ظاہر ہے کہ اس امر مین اسوقت انہین صرف اپنے عزیزون ہی

کی مخالفت نہین کرنا پڑی بلکہ ساری قوم اور سارے مسلمان مخالفت پر آمادہ تھے سید صاحب نے چونکہ اپنی اصلی غرض کو اچھی طرح سمجھہ لیا تھا لہذا اپنے ارادہ سے باز آنا تو درکنار اس پیرانہ سالی اور ضعیفی کی عمر مین خود بھی آمادہ ہو گئے کہ اپنے بیٹے کے ساتھہ جاکر ولایت مین انگریزون کے ادنی و اعلی کو دیکھین انکے اسباب ترقی پر غور کرین اور پتہ لگائین کہ یہ سفید چمڑے والے جسے ہر ہم قوم کافر و بیدین سمجھہ رہا ہے خدا کی مہربانیون کے کیون مورد ہو گئے اور کیا سبب ہے کہ آجکل ہر قسم کے اقبال و ترقی کا نمونہ بنے ہوئے ہین آخر بقول ہماری عورتون کے سید صاحب "سات سمندر پار ہو کر" معہ اپنے دونون بیٹون سید محمود اور سید حامد کے انگلستان پہنچے اور بصیرت کی نگاہون سے ہر چیز کا مطالعہ کرنے لگے۔ انہون نے انگریزونکی باضابطگی۔ پابندی اوقات مستقل مزاجی۔ جفاکشی اور تیز عیش پرستی کو غائر نظر ڈالکر دیکھا۔ اسکے بعد انکے کارخانون اور تجارت گاہون اور دیگر وسایل دولت مندی پر نظر ڈالی۔ پھر اسبات کی کوشش کی کہ انکے مدرسون کالجون اور بڑے بڑے تعلیم گاہونکو غور سے دیکھا جائے چنانچہ وہ لندن سے کیمبرج گئے اور خوب اچھی طرح غور و تعمق سے انگریزونکے اصول تعلیم اور طلبا کے طرز زندگی کو ملاحظہ کیا کیمبرج کالج دیکھکر سید صاحب کے دلمین خیال پیدا ہوا کہ بالکل اسی نمونہ پر ایک کالج ہندوستان مین مسلمانونکے لیے قایم کیا جائے تو امید کیجا سکتی ہے کہ اس منتشر اور درماندہ قوم کو ترقی کا ذریعہ معلوم ہو جائے گا۔

سید محمود کو سر ولیم میور نے صوبجات مغربی و شمالی کا وہ پہلا وظیفہ عطا کیا جو ولایت مین تعلیم پانیوالے نوجوانونکے لیے معین تھا لارڈ لارنس نے جو سید پر خاص عنایت رکھتے تھے انکو مدعو کیا اور کئی ایسے برگزیدہ اصحاب سے انکو انٹروڈیوس کرایا کہ جنھون نے اشاعت تعلیم مین سید کو بہت کچھہ مدد دی اور ڈیوک آف آرگائل نے جو اسوقت سکرٹری آف سٹیٹ تھے بنظر شفقت بڑی خوشی کے ساتھہ ان سے ملاقات کی اور انکو کمپینین آف دی اسٹار آف انڈیا کا خطاب مرحمت کیا اور انکو علاوہ تنخواہ ذلو کے دو سال کیواسطے یعنی جب تک

انگلستان مین رہے ۔ ۵۰ پونڈ سالانہ الوئینس عطا کیا آپ نے انگلستان مین قیام رکہنے کے ایام مین ایک کتاب موسومہ "گورنمنٹ ہند کے موجودہ انتظام پر نکتہ چینی" شایع کرائی اور سنہ ۱۸۷۰ء مین آنحضرت صلعم کی سوانح زندگی پر مضامین کا ایک سلسلہ لکہا۔ سید صاحب نے انگلستان سے چٹھیون کے ایک سلسلہ مین اپنے سفر کے حالات لکہے اور انمین موثر طور پر بتایا کہ انگلستان اور انگلش لوگون نے انکے دل پر کیا کچھ منقوش کیا تہا بعد مین ان چٹھیونکو ایک کتاب کی صورت مین چہپوایا۔ انمین سے ایک مین سر ڈینر مفنٹر پٹرک کے ساتھ برٹش حکومت پر انکی گفتگو درج ہے۔ سر ممدوح دہلی کے ڈپٹی کمشنر تہے۔

دوسری چٹھی مین مشہور فرانسیسی انجنیر ایم ڈی لیسپ کے ساتھ ملاقات کی کیفیت درج ہے جو نہر سویز کا بانی تہا اور اس تاریخی واقعہ کی وجہ سے اسکا نام رہتی دنیا تک رہے گا انگلستان کے سفر نے سر سید کے دل پر عجیب و غریب اثر ڈالا انکو وہان جاتے ہی نظر آگیا کہ انگریز جو ہندوستانیونکو جاہل و وحشی سمجہتے ہین اسکا کیا سبب ہے۔ وہ اپنے بعض خطوط مین جو انگلستان سے بعض احباب کو لکہے تہے اپنی دلی خوشی کو عجیب و غریب الفاظ مین ظاہر کرتے ہین وہ لکہتے ہین کہ۔ یہان آکر مجھے اس بات پر بالکل حیرت باقی نہین رہی کہ "انگریز ہم شرقی لوگون کو کیون وحشی اور جانور خیال کرتے ہین" اور بیشک جو انگلستان جائے گا اسکے دل سے یہ حیرت دور ہو جائیگی جب وہ دیکہے گا کہ نیز جفاکشی کے اعتبار سے اور نیز عیش و عشرت کی حیثیت سے وہان کے ادنی مزدور کی زندگی بہی ہمارے ہان کے روسا و امرا کی زندگی سے زیادہ باضابطہ زیادہ شائستہ اور زیادہ پر لطف ہے جیسا کہ آپ بعض اپنے ملک کے عوام کو جنکی شان مین ہے کالانعام بل هم اضل۔ انگلستان مین جاکر سر سید کا قومی درد اور بڑہ گیا ایک جانب تو انکو انگریزونکی قومی یکجہتی نظر آئی اور دوسری طرف اپنے ہم وطنون اپنے ہم مذہبون اور اپنے ہم قومونکے عیوب آنکہونکے سامنے پہرنے لگے اسیوقت سے انہون نے قومی ہمدردی بلکہ قوم کا لفظ ایجاد کیا جو اس سے پیشتر ہندوستان کی دنیا

مین ناپید تھا اور آج صرف سید صاحب کے پکار دینے سے اسقدر رواج پذیر ہو گیا کہ ہر اخبار کے اڈیٹر ہر مضمون نگار بلکہ اسکول کے ہر بچہ کی زبان پر چڑھا ہوا ہے قومی ہمدردی کا یہ مضبوط اور زبردست سبق تھا جسے حاصل کر کے ۱۸۷۰ء مین سید احمد ہندکو واپس آئے۔ اور اپنے قومی درد کا علاج انگریزونکو ہر پہلو سے دیکھنے اور انکے طریقۂ تعلیم اور انکے مدارس کو معائنہ کرنے کے بعد اسطرح کیا کہ ہندوستان اور خصوصاً مسلمان طلبہ کو اُسی تعلیم و تربیت کا نمونہ بنائین جو انگلستان و دیگر ممالک یورپ مین مروج ہے۔

سائنٹفک سوسائٹی کی بنیاد تو وہ پہلے ہی ڈال چکے تھے اب مدرسہ کے قایم کرنے پر آمادہ ہوے اسیکے ساتھ انکو انگریزی تعلیم کے قوم مین مروج کرنے کے لیے یہ سب سے بڑی دشواری نظر آئی کہ ہر ایک کی آنکھون پر تعصب کی عینک چڑھی ہوئی تھی اور اپنی جہالت و حماقت مین خوبیان اور انگریزونکی ترقی و لیاقت مین بُرائیان نظر آتی تہین قطع نظر اسکے ہندوستان کے تمام علما رو ومشایخ جو قوم کے سرگردہ اور دین کے مقتدا تھے سب اس کوشش مین مشغول تھے کہ جہانتک ہو سکے لوگونکے دلونمین انگریزونکی طرف سے اور زیادہ نفرت پیدا کرائین یہ بہت ہی بڑی دشواری تھی اور اسیکے ذیل مین ہزارہا ایسے شرعی مسائل پیش کیے جاتے تھے جنکا مقابلہ کرنا ایک کیا معنی ہزارہا شخصونکی قوت سے باہر تھا کام چلتا تو کیونکر چلتا۔ مگر سید ہی ایک ایسا اولوالعزم۔ بلند حوصلہ۔ اور عالی ہمت شخص تھا جو سب کا مقابلہ کرنے کو تیار ہو گیا اور ان تمام علمار و فضلار کے لعن وطعن کے زہر آلود تیر ونکے سامنے اپنا سینہ سپر کر کے کھڑا ہو گیا اسمین کچھ شک نہین کہ انکی بعض تصانیف سے انکے ہم مذہب ان سے اسقدر رنجیدہ اور کبیدہ خاطر ہوئے کہ انہون نے مکہ معظمہ کے مولویون اور برگزیدہ مسلمانون سے انکو کافر اور مرتد کے خطاب دلائے۔ گو ایک بڑا شور و غوغا انکے مذہبی خیالات کی نسبت مچ گیا۔ مگر تاہم ان کی کالج کی کارروائیونمین کسی طرح کا فرق نہ پڑ سکا اس موقعہ پر انکا سب سے پہلا کام یہ تھا کہ تہذیب الاخلاق نام کا ایک ماہواری رسالہ اُردو مین شایع کیا جسکے ذریعہ سے یہ کوشش مدنظر تھی کہ ایک

دردمند قوم کی آواز قوم کے کانون تک پہونچائی جائے اور اوسکے عوض کر لعن وطعن کا مورد بنکر نیکنامی وبدنامی جوکچھہ بھی نصیب ہو اوسکو برداشت کر کے وہ بڑے بڑے تپہر درمیان سے ہٹائے جائین جو ترقی وتعلیم کے راستے مین حائل ہین - دراصل یہ صرف معمولی پتہرونکا ہٹانا نہ تہا بلکہ ایک عالیشان پہاڑ کو کاٹ کر جوئے شیر کا لانا تہا تہذیب الاخلاق کی اشاعت مین زیادہ تر یہ امر ملحوظ خاطر تہا کہ وہ مروجہ مسایل لوگون کے دل ودماغ سے دور کیے جائین جنہون نے ایک طرف تو مسلمانون کے پاون مین تقلید وضعیف الاعتقادی کی بیڑیان ڈالدی ہین اور دوسری طرف افراط وتفریط مین اعتدال پیدا کر دیا ہے - جسکی وجہ سے اہل اسلام بہت سے بے بنیاد اور غیر منصوص وغیر مستند عقاید ومسایل کے دیوانے ہورہے ہین - یہ باتین کہ ذرا ذراسی بات مین ایمان جاتا رہتا ہے کوٹ پتلون پہننے سے انسان کافر اور مرتد اور انگریزی کے استعمال سے عیسائی ہوجاتا ہے جو بڑے بڑے ضروری اعتقادات پر غالب تہین سید صاحب ہی کی مٹائی ہوئی ہین اب شاید اوہر لوگون کا خیال بہی نہ جاتا ہوگا - مگر چند روز پیشتر یہ محقق مسائل شرعی اور مسلم شعائر اسلامی سمجہے جاتے تہے اور صرف ایک جوانمرد پوڑہے اور اوسکے تہذیب الاخلاق کے توڑنے سے ٹوٹے - بہت سے مولوی اور پیرزادے آج انگریزی بوٹ شوق سے پہنتے ہین - انگریزونکے بنائے ہوئے کپڑونکا استعمال کرتے ہین - انگلستان سے آئے ہوئے صابونکو اپنی بی بیونکے حسن مین رکہواتے ہین اور نہین سمجہتے کہ یہ شریعت اسلامی کے خلاف ہے - مسلمانونکو شکور رہنا چاہیے کہ اس مرحوم بڈہے ہی کی برکت سے جو مسلمانونکے گہر نہین اوسکے دست وبازو کی قوت سے پہیلی نظر آتی ہے -

تہذیب الاخلاق نے قطع نظر ان دوسری خوبیون کے جو مذہب اور رسوم پر اثر کر کے مسلمانونکو پہونچائین اس سے ایک یہ ہمیشہ قایم رہنے والا فائدہ ہندوستان کو پہونچا کہ اردو لٹریچر مین ایک تازہ جان پڑ گئی اور درحقیقت یہ مردہ زبان اسی مسیحا نفس بوڑہے کی معجز نمائیون سے

زندہ ہو گئی۔

اُردو لٹریچر کی تاریخ پر اگر نظر ڈالی جائے تو معلوم ہو سکتا ہے کہ سرسید کو اس دنیا مین کس درجہ پر جگہ ملی ہے۔ اُردو نظم کے لیے تو البتہ گذشتہ صدی کے اندر بعض شعرا ایسے گذر گیے ہین جنکو پیمبر یا خدائے سخن جو کچھ چاہے سمجھ لیجیے مگر اُردو نثر کی حالت آخر تک اسقدر مبتذل تھی کہ غدر سے پیشتر کی جو چند کتابین نظر آتی ہین اونکی اُردو حد سے زیادہ فضول اور واہیات تشبیہات سے مملو ہے سرسید سے پہلے صرف دو قسم کے اُردو نثر لکھنے والے ملینگے۔ یا تو وہ لوگ جنہون نے نثر کے فصیح و بلیغ بنانے کی کوشش مین تشبیہات و استعارات اور فارسی بندشون سے کام لیا اور اسطرح پر اُردو کو فارسی بنا دیا۔ یا وہ لوگ جنہون نے سادہ عبارت لکھنے کی کوشش کی مگر بجائے اسکے کہ اوسمین سادگی کی کوئی خوبی پیدا کرسکین اسے بالکل بیجان بیمزہ پھیکا اور بے اثر بنا دیا صرف دو ایک ایسی کتابین بیشک ہاتھ آتی ہین جن مین سادگی کے ساتھ کسیقدر اثر بھی ہے لیکن انکی کوشش نے بھی اُردو مین کوئی ایسی بات پیدا نہین کی کہ وہ سیکھنے کے قابل ایک زبان قرار دیجا سکے آخر عہد مین مرزا نوشہ غالب دہلوی نے البتہ اپنی جدت پسندی اور بامذاق طبیعت کے زور سے ایسی اُردو لکھی جسکو موجودہ ترقی یافتہ زبان کا پہلا زینہ قرار دیا جائے تو زیبا ہے مگر انکی زبان بھی صرف گھریلو باتون تک محدود رہی وہ اپنے گھر ہی مین پھلجھڑیان چھوڑتے تھے اور چند لوگون سے واہ واہ سنتے تھے۔

مگر تہذیب الاخلاق کے مضامین کا مقابلہ کیا جائے تو انکی پُرانی کتاب آثار الصنادید مین زمین و آسمان کا فرق نظر آئے گا۔ تہذیب الاخلاق جاری کرتے وقت سید نے اُردو کا رنگ بالکل تبدیل کر دیا۔ انکی غدر سے پیشتر اور غدر کی بعد کی زبانین درحقیقت پُرانی اور نئی اُردو کا مکمل نمونہ ہین۔

جس نئی اُردو کو تہذیب الاخلاق نے رواج دینا شروع کیا وہ بہت سادی بہت بامذاق اور انتہا سے زیادہ موثر تھی دوست تو دوست سید صاحب کے دشمنون کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ

اِس سے دلچسپ اور پُر اثر اُردو تحریر کبھی اُنکی نظر سے نہ گذری تھی یہی وجہ تھی جسنے تہذیب الاخلاق کو ہر دلعزیز بنایا - باوجود دشمنی کے بڑے بڑے مخالفونکی میز تک پہونچایا جو لوگ اپنے بچونکو اِسکے دیکھنے سے روکتے تھے وہی اسے اپنے صندوقونمین مقفل کرکے رکھنے لگے اور تنہائی مین مزے لے لیکر پڑہا کرتے بعض شریعت مآبون کو مین نے خود دیکھا ہے کہ عام محفلون مین لوگونکے دکہانے کیلیے ہاتہہ سے پھینکدیا کرتے تھے مگر جسطرح بعض مہذب لوگون کی اُردو دان عورتونمین بہار عشق اور زہر عشق پہونچ جایا کرتی ہین اسیطرح تہذیب الاخلاق کے پرچے اُنکے متبرک فقہی کتب خانون مین پہونچ جایا کرتے تھے -

فی الحقیقت لٹریچر سید مرحوم کا جیتا ہوا جادو تھا جسکی مثال بعینہٖ ویسی ہی ہے جیسا کہ مثنوی مولانا روم کی نسبت ایران مین بیان کیا جاتا ہے کہ کبھی رعایا کو اِسکے پڑہنے کی قطعی ممانعت تھی مگر جب کسی مجتہد اور شاعر کے گھر کی تلاشی لیگئی تو اِسکے سرہانے جو کتاب ملی وہ مثنوی مولانا روم ہی تھی -

یہ جسقدر بیان کیا گیا اِسکا تعلق صرف لٹریری اثر سے تھا مگر وہ تاثیر بدرجہا بڑھی ہوئی ہے جو اِس پرچہ کے جاری ہوتے ہی لوگون کے خیالات پر ہوئی - یہ پرچہ نہ تھا ایک منادی غیب کی ندا تھی جسنے ہر طرف ہر موافق و مخالف کے دل مین ایک گدگدی پیدا کردی - انگریزی دور مسلمانونکی شہر فاگردی - عالم کے عظیم الشان انقلاب اور زمانہ کے بے انتہا تغیرات نے چند اور ایسے لوگ بھی ہندوستان مین پیدا کردیے تھے جنکے دلونمین اسی کہڑی مین اُبال آنا شروع ہوگیا جسکو سید صاحب پوری طرح پکا کر تیار کرچکے تھے وہ سب لوگ سید صاحب کے جراءت دلانیکو ساتھ ہی اُٹھ کھڑے ہوئے اور تہذیب الاخلاق ایک ایسی بانسری بن گیا جسکی دلسوز آواز سے کام لیکر اُنمین سے ہر شخص اپنا درد دل اور اپنا پُرسوز نغمہ سنانے لگا - یہ ابتدائی بزرگان قوم جو کسی آیندہ زمانہ مین نامور او محقق فیلسوفان اسلام کا خلعت و خطاب پائینگے اِن کے دل سید صاحب ہی کے اُبھارنے سے اُبھرے - تہذیب الاخلاق ہی نے ان کو اِس درجہ پر

گُہنچایا مولوی مہدی علی کی جادو بیانیان اور دلونکو مسخر کرنے والی تقریرین - مولوی چراغ علی مرحوم کی تنقید و تحقیق صرف تہذیب الاخلاق کے تابع تہین جنکا نقش اوّل سرسید کے ہاتہہ سے پڑا تہا -

بہرحال تہذیب الاخلاق کی کوششین بے اثر دکہائے نہ رہین جنکے ساتہہ سید مرحوم کا دلی جوش اور سچا درد بہی اپنے پورے کرشمے دکہاتا رہا - مدرسۃ العلوم کی بنیاد ڈالی گئی اور اس خیرخواہ قوم نے گداگرونکی شان و وضع سے چندہ وصول کرنے کے لیے قوم کے سامنے ہاتہہ پہیلا دیا - مخالفین (جنکی کوششون نے ہندوستان کے ہر قریہ اور شہر مین مزاحمت کی آگ بہڑکا رکہی تہی اور جنکی فتنہ پردازیون نے مکہ معظمہ تک سے کفر و الحاد کے فتوے دستخط کراکے ہر جگہ پہیلا دیے تہے) کیسطرح یہ گوارا نہ کرسکتے تہے کہ کسی ایسے مدرسہ کو قایم ہونے دین جسکا خاکہ سرسید کے خیال کے موافق کہینچا گیا ہو ہندوستان کے ہر گہر اور مسلمانونکی ہر صحبت مین سرسید کو گالیان دیجارہی تہین کیسا ہی عالی ہمت اور بلند حوصلہ شخص ہوتا ممکن نہ تہا کہ اسوقت اور ایسی نازک حالت مین جبکہ مخالفت ہی نہین بلکہ ہر طرف سے قتل و توہین کی دہمکیان دیجارہی تہین اُسکے قدم کو لغزش نہو جاتی - مگر سرسید کی پیشانی پر شکن بہی نہ پڑی اور اس قومی کام کے لیے وہ انہین لوگون کے سامنے ہاتہہ پہیلا کر کہڑا ہوگیا جو اوسے گالیان دے رہے تہے -

ہر مخالفت کی آگ کو اسکی پُر درد آہون نے ٹہنڈا کیا اور ہر عداوت و حسد کے شعلون پر اسکے آنسوون کا پانی پڑا - اس مضبوطی اور اس معجز نمائی سے حسد کی آگ کو آتش خلیل بناکر اسنے چندہ وصول کیا - اِسکی فقیرانہ جہولی مین صرف اسکی جادو بیانی اور پُرسوز و گداز اپیلون کی برکت نے مسلمانون ہی سے نہین بلکہ ہندوؤن اور انگریزون کے ہاتہہ سے بہی چندے کی معقول رقمین ڈلوائین -

اِس ابتدائی زمانہ مین کسیکے خیال مین بہی نہ گذری تہی کہ اسطرح دربدر بہیک مانگ کے اور کنکر

چمن چمن کے ایک عالیشان محل تعمیر ہوسکے گا - مگر اِن نہ تھکنے والے ہاتھون اور اس نہ پست ہونیوالی ہمت نے اِس بات کو کر کے دکھادیا جو کبھی مسلمانون مین ظاہر نہوئی تھی تھوڑا ہی چندہ وصول ہوا تھا کہ سید نے کالج کے لیے مقام تجویز کرنا شروع کردیا خود اِن دنون بنارس مین تھے اور سرکاری خدمت کو انجام دے رہے تھے غور کرنے سے معلوم ہوا کہ بنارس ایک ایسے اسلامی کالج کے لیے موزون مقام نہین کیونکہ وہ ہندوؤن کا مرکز تھا - جہان نہ مسلمان کچھ ایسے دولتمند تھے اور نہ کسی قسم کا اثر رکھتے تھے اونکا خیال کبھی دہلی کیطرف جاتا تھا اور کبھی لکھنؤ کی - اِسلیے کہ یہ دونو شہر ہند مین قدیم اسلامی قوت کے مرکز رہچکے تھے اور ذی ثروت مسلمانونکی تعداد بھی یہان زیادہ تھی مگر تھوڑے ہی غور کرنے سے معلوم ہوگیا کہ یہ دونو شہر اسکی صلاحیت نہین رکھتے دہلی مین مسلمانونکی قوت بالکل ٹوٹ گئی تھی اور ریاست واثر دونو کارآمد اور دلی والون کے ہاتھ سے نکل گیے تھے یہان رکھا ہی کیا تھا بقول شخصے

کچھ بھی الفت نے تری دلمین نہ چھوڑا باقی ۔۔۔ رہ گئی ایک تمنا ہی تمنا باقی

لکھنؤ مین البتہ مسلمانون کی ایک بڑی تعداد نظر آتی تھی لیکن اِسکی نسبت بھی ادنیٰ تامل سے معلوم ہوگیا کہ وہان کے تمام خاندانی اور وثیقہ یاب رؤسا ایک مٹنے والی قوم کے یادگار تھے ادبار اونپر چھایا ہوا تھا اور انہین روز بروز ذلت اور نکبت کے قعر مین گرا رہا تھا اودھ مین صرف چند معزز زمیندار اور تعلقہ دار تھے - مگر اونپر ہندوؤنکی جماعت غالب تھی اور جو چند مسلمان تھے بھی وہ بظاہر قومی مصلحتون سے بےپروا معلوم ہوتے تھے -

اِسی تذبذب و تردد کی حالت مین سید کی نظر ممالک مغربی و شمالی کے چھوٹے سے شہر علیگڈھ پر پڑی جسکے گرد مسلمان رئیسون اور زمینداروں کا ایک بہت بڑا مجمع تھا جو بظاہر بڑے فیاض اور دین اسلام کے نہایت دردمند نظر آتے تھے انکی سادہ روی اُنکی پابندی شریعت نے سید کے دل کو یقین دلادیا کہ علیگڈھ سے زیادہ مناسب کوئی مقام اسلامی کالج کے لیے نہین ہوسکتا - حسن اتفاق یا خوش قسمتی سے یہان کی آب ہوا

بھی دیگر بلاد سے اچھی تھی۔

الغرض سید صاحب نے علیگڈھ کو مسلمانوں کی عظیم الشان درسگاہ کا مرکز قرار دیدیا اور کالج کے واسطے زمین تجویز کی جانے لگی۔ چند ہی روز مین ایک چھوٹی سی خوبصورت کوٹھی خرید کر خود اوسمین سکونت پذیر ہو گیے اور اسی کے قریب ایک بہت بڑے قطعہ زمین کو کالج کے لیے لینا چاہا مگر وہ زمین ایک ایسے عمدہ موقعہ پر واقعہ تھی کہ ضلع کے تمام یورپین حکام نے اسکے دینے سے انکار کر دیا سید صاحب نے اس موقع پر بڑی کوشش سے کام لیا اور الہ آباد کی لوکل گورنمنٹ کی طرف رجوع کیا: اتفاقاً اوسی زمانہ مین لفٹننٹ گورنر بہادر ممالک مغربی و شمالی کا دورہ کرتے ہوے علیگڈھ پہونچگئے اور باضابطہ طور پر اونکو ایک ڈنر دیا گیا جسمین سید بھی شریک تھے۔ اس ڈنر مین یورپین افسران اعلی علیگڈھ نے اس قطعہ زمین دینے کے مسئلہ کو اوٹھایا جسمین زیادہ مقصود خاطر یہ تھا کہ لفٹننٹ گورنر بہادر بھی اس زمین کا دیا جانا نامنظور کردین۔ ہر انگریز بڑے زور شور کے ساتھ اپنی راے کا اظہار کر رہا تھا اور ہر انگلشمین کی زبان سے اس خیال کی تائید و تقویت ہو رہی تھی کہ ایک وہی قطعہ زمین ایسا ہے جو کسی بغاوت یا لڑائی کے موقعہ پر انگریزی فوج کی مورچہ بندی اور قلعہ سازی کے لیے موزون ہو سکتا ہے۔ اگر ہندوستانیون نے پھر کسی وقت غدر کر دیا تو انگریزون کے لئے سب سے زیادہ یہی مقام امن و محفوظ ہوگا لفٹننٹ گورنر بہادر اپنے ہم قومون کے اس بیان کو خوشی کے ساتھ سن رہے تھے اور سید بھی اپنے دل مین ان خیالات کا اندازہ کرتے جاتے تھے۔ آخر نہ رہا گیا قومی حمیت نے بیتاب کیا اور جوش سیادت نے دل مین جرأت پیدا کی دفعۃً بگڑ کر اور غصے مین بھر کر بولے کہ یہ مٹی کے ڈھیر اور یہ بلند میدان تمہین ہرگز پناہ نہین دے سکتے اگر امن ڈھونڈھتے ہو اور پناہ کی ضرورت ہے تو ہمارے دلون کو اپنا قلعہ بناؤ۔

یہ ایک ایسا پُرجوش اور پُراثر کلمہ تھا جسنے تمام انگریزونکے مُنہ بند کردیے اور لفٹننٹ گورنر بیساختہ کہہ اُٹھے کہ بیشک سیّد صاحب آپ سچ کہتے ہین اور یہ زمین آپ کو کالج کے لیے ملنی چاہیے۔

یہ مضبوط دل اور ایسا شجاعانہ حوصلہ تھا جسنے اس موقعہ پر سرسیّد کو ضلع علیگڈہ کے تمام یورپین حکام کے مقابلہ مین کامیاب کرادیا یہ ایک ادنی واقعہ ہے جو ان بیہودہ بکنے والون کی زبان بند کرسکتا ہے جو کہتے پھرتے ہین کہ سرسیّد خوشامدی تھے اور انگریزون کی بیجا طرفداری کیا کرتے تھے۔ ایک ایسا شخص جسنے عیسائیت سے بہ آزادی مخالفت کی ہو۔ اسباب بغاوت ہند سی کتاب لکھی ہو اور لفٹننٹ گورنر کے سامنے یون لڑجھگڑ کے کالج کے لیے زمین حاصل کی ہو اسکو سواے ایک پاگل اور مخبوط الحواس کے کوئی شخص خوشامدی نہین کہہ سکتا۔

زمین کے حاصل ہوجانے کے بعد طلبار کے لیے مختلف بنگلے قائم کیے گیے بعض طلبار کو بعض خیرخواہان قوم نے اپنے گھرون مین ٹھیرایا اور ایک بڑے بنگلہ مین مدرسہ کھولدیا گیا یہ سیّد صاحب کی خوش نیتی کا اثر تھا کہ بعض معزز انگریز اور سرکاری عہدہ دار بھی انکی مدد پر آمادہ ہوگئے۔ اِنکی آواز ہندوستان کے ہر معزز شخص کے کان تک پہونچی اور جو لوگ کلیتہً مخالفت پر آمادہ تھے اب اونہین کے ہاتھ سے چندہ وصول ہونے لگا۔

سرسیّد سنہ ۱۸۷۳ء مین بمقام علیگڈہ مسلمانونکے لیے آرٹس کالج قایم کرنے کے لیے درپے ہوئے اِسمین انکی کوششین بارآور ہوئین اور اسکی افتتاحی رسم مئی سنہ ۱۸۷۵ء مین ادا کی گئی۔ سر ولیم میور نے اڈریس کے جواب مین کالج کے ہال مین جو تقریر کی اُسنے سرسیّد کا بہت کچھ حوصلہ بڑہایا۔ آخر سنہ ۱۸۷۶ء مین تقریباً ۲۷ سال کی قابل قدر سروس کے بعد سیّد صاحب ملازمت سے علیحدہ ہوئے اور علیگڈہ مین سکونت اختیار کی۔

سنہ ۱۸۷۷ء مین لارڈ لیٹن وایسراے ہند نے کالج کا بنیادی پتھر رکھا اور سیّد صاحب نے ہند

مین مسلمانونکی سُود و بہبود کے لیے جو کچہہ کوششین کی تہین اسکی بہت تعریف کی چند ہی روز مین یہ اسکول ایک عالیشان کالج بن گیا - پہر اِسکے لیے عمارتین تعمیر ہونا شروع ہوئین اور سید صاحب کی خداداد ہمت نے وہ زبردست اسلامی انسٹیٹیوشن قایم کردیا کہ جسکی عمارت آج سیاحون کے لیے سب سے زیادہ دلچسپ سیرگاہ اور مسلمانونکے قومی اقبال کا وہ معزز مرجع وماویٰ ہے جسکو ہر شخص عزت کی نگاہون سے دیکہتا ہے ہرچند کہ ہندوستان مین اعلیٰ تعلیم کے لیے کئی ایک سرکاری اور پرائیوٹ کالج اور بیت العلوم موجود ہین لیکن علیگڈہ کالج اِن سب سے نرالے انداز پر قایم کیا گیا ہے سید صاحب کا اصول بقول اونکے تمام عمر مین وہ "ایک پورانہ سواد ہو رہے" رہا ہے جو کام اونہون نے کیا ہے وہ اوّل درجہ کے پیمانہ پر رہا ہے اور ایسا ہی شروع سے لیکر انکا ارادہ علیگڈہ کالج کی نسبت تہا - کالج کا پہلا ہی کمرہ اس انداز پر بنایا گیا ہے کہ اِسکے آخری عالیشان ہال کی تعمیر کے بعد ہی پہلے مکان کو گرانے کی ضرورت نہین پڑی -

سید صاحب نے اپنی زندگی مین اس امر کو بار بار ظاہر کیا تہا کہ میری غرض اِس کالج کے قایم کرنے سے صرف ایسے لوگ پیدا کرنے کی نہین ہے جو ایم اے یا بی اے پاس کرین - بلکہ مسلمانونکو اعلیٰ تعلیم کے ساتہہ اعلیٰ تربیت دینا بہی منظور ہے کیونکہ تعلیم بلا تربیت کسی کو پورا جنٹلمین نہین بنا سکتی اور اونکی تربیت کے طریق پر خرچ کسی قدر زیادہ پڑتا ہے - اِس پر لوگون نے اعتراض کیے ہین کہ سید صاحب نے اپنے کالج مین تعلیم کو اسقدر گران کردیا ہے کہ اُس سے غریب لوگ مستفید نہین ہو سکتے تاہم سید صاحب ارزان لعلّت کو ہمیشہ گران بحکمت سمجھتے رہے اور اسمین کچہہ شک نہین کہ علیگڈہ کالج کے تعلیم یافتہ نوجوان صرف ڈگریان ہی حاصل نہین کرتے بلکہ اکثر اِن مین سے ایسی تمیز اور لیاقت حاصل کرلیتے ہین کہ جو محض کتابون سے حاصل نہین ہو سکتی جب تک یورپین پروفیسرون کا ہمدردانہ میل جول اور انکی دوستانہ مصاحبت

حاصل ہو اس سے سید صاحب نے یہ مصلحت مدنظر رکھی تھی کہ مسلمان انگریزون سے ملنا جلنا سیکھین اور حکام انگریزی کی نظرون مین وقعت حاصل کرین کیونکہ اس قوم کو معزز بنانے کے لیے جو سکیم اونہون نے تجویز کیا تھا یہ امر بھی اس کا ایک جزو لاینفک تھا کہ مسلمان رعایا اور انگریزی حکام کے درمیان جو مغایرت ہے اوسکو دور کرکے ان دونون مین قریبی اور دوستانہ تعلقات پیدا کیے جائین - اِسلیے وہ نوجوان شریف مسلمانون کو یوروپین اُستادون سے نہ صرف تعلیم ہی دلانا ضروری سمجھتے تھے بلکہ تربیت دلانا اونکے نزدیک اِس سے بھی اہم کام تھا - مسلمانون کو انگریزون سے مانوس کرنے کے لیے سید صاحب نے مسلمانون کو بتایا کہ اون کا عیسائیون کے ساتھ ملکر کھالینا مذہباً جایز ہے اور سب سے پہلے اونہون نے اس کام کو خود کرکے دکھایا - اِسکے علاوہ بہت سے اسلامی مسائل کو ایسی تفصیلون اور تشریحون سے بیان کیا کہ سرکار کو مسلمانونکی جانب سے ہر طرح کی بدظنی رفع ہوجاے -

سید احمد خان نے انڈین نیشنل کانگریس پیدا ہونے کے بعد کانگرس کی نسبت جو رویہ اختیار کیا تھا اس سے اونکو چارہ نہین تھا ظاہر ہے کانگرس کے مطالبات سرکار انگریزی سے کس قسم کے ہین اور حکام کانگرس والون سے کسقدر بدظن ہین -

سید صاحب کا بڑا مقصد یہ تھا کہ حاکم و محکوم کے درمیان سے مغایرت کا پردہ اُٹھ جاے اور گورنمنٹ مسلمانون سے بدظن نہو - ممکن ہے کہ کچھ دیگر وجوہات بھی اُنکے کانگرس اور گورنمنٹ کی نسبت ایسے خیالات رکھنے کے ہون لیکن جو پولیسی اونہون نے اپنے مقصد کی تکمیل کے لیے ابتدا ہی مین تجویز کی تھی اِسلیے بالکل ہی ٹھیک موزون تھا اپنی اسی پالیسی کی نسبت دو تین سال کی بات ہے سید محمود کے ہائیکورٹ کی ججی سے مستعفی ہونیکے بعد سید صاحب نے اخبار پائنیر مین لکھا تھا کہ اونکی پالیسی حال کے واقعات سے ذرہ بھی نہین بدلی - بلکہ یہ اوسوقت تجویز ہوچکی تھی کہ سید محمود پیدا بھی نہوا تھا سید صاحب نے

کانگرس کی نسبت ایسا رویہ اختیار کرنے سے یہ بھی دو فائدے حاصل تھے کہ اوّل تو گورنمنٹ کے اعلیٰ حاکم و السرائے ہند تک ان کے مشورونکو نہایت توجہ سے سنتے تھے اور اونکی صلاحون پر عمل کرتے تھے ۔ انہین گورنمنٹ کا نہایت وفادار اور غیر متزلزل دوست سمجھا جاتا تھا ۔ دوم یہ کہ حکام انگریزی علیگڈہ کالج کے طالبعلمون کو بخلاف کئی دوسرے نوتعلیم یافتون کے گورنمنٹ کے وفادار اور خیرخواہ سمجھتے ہین ۔ مین ایکمرتبہ پہلے بھی ظاہر کرچکا ہون کہ سید صاحب نے اپنے کالج مین تعلیم کے ساتھ تربیت کو بھی ایک ضروری اور لابدی امر قرار دیا تھا چنانچہ کالج کی بنیاد قایم کرتے وقت یہ تین امور پیش نظر رکھے گیے تھے ۔

(۱) اس کالج مین مسلمان بچونکو اسطرح تعلیم و تربیت دیجائے کہ وہ گورنمنٹ کی خوبیونکو سمجھین اسکی برکتون کا شکر کرین دل سے اسکے خیرخواہ رہین اور اسکے عدل و انصاف کے معترف بنین ۔ انکی خیرخواہی خوشامدانہ اور منافقانہ نہو بلکہ درحقیقت اونکے دلونمین گورنمنٹ کی وفاداری کا نقش ایسا بیٹھہ جائے جیسے کہ کالج کی دیوار پر بعض کتبے کھدے ہوئے ہین سید کبھی ریا اور نفاق سے کوئی کام نہ کرتے تھے انکو خودداری اور سلف ریسپکٹ کا ایسا خیال تھا کہ وہ اوسکے قایم رکھنے کے لیے ہر قسم کے ضرر اور نقصانات اوٹھانے کے لیے آمادہ رہتے تھے اور وہ دل سے اس بات کا یقین رکھتے تھے کہ برٹش گورنمنٹ کے برابر اسوقت دنیا مین کوئی گورنمنٹ نہین ہے یہانتک کہ کسی مسلمانی سلطنت مین بھی یہ بات نہین ۔ مثلاً وہ سلطنت علیہ عثمانیہ کو اگرچہ مسلمانونکی عزت واقبال کی ایک بڑی نشانی سمجھتے تھے اور اسکے قیام اور حفاظت کے لیے ہمیشہ دعا مانگتے تھے مگر برٹش گورنمنٹ پر اوسکو کبھی ترجیح نہین دی ۔ بہت سے لوگون کو یاد ہوگا کہ آرمینا کے جھگڑون اور یونان کی جنگ کے وقت جب بعض ناواقف مسلمانون نے ایسی تحریرات شائع کین جن سے غیر قومون کو غلط فہمی پیدا ہونے کا اندیشہ ہوا تو اونہون نے اسکی اصلاح

کی اور مسلمانون کے سچے خیالات ظاہر کرنے اور خلافت کی حقیقت بتانے مین کوئی کسر اُٹھا نہ رکھی اور اپنی پُرزور تحریرون سے تمام غلط فہمیون کو دور کردیا - اگرچہ انکی خلافت کے مضامین کی جسمین اونہون نے لکھا تہا کہ سلطان عبدالحمید خان ہندوستان کے مسلمانون کا جایز خلیفہ نہین ہوسکتا بہت سی تردیدین بہی شایع ہوئین اور خود مین نے بہی اپنی کتاب "فتوح عبدالحمید خان" (جسمین جنگ ٹرکی و یونان کے مفصل حالات قلمبند کیے گیے ہین) کے دیباچہ مین سرسید کے خلافت والے مضمون پر ریمارک کرتے ہوے اونکے خیالات کی بوجہ احسن تردید کردی تہی مگر حق بات یہ ہے کہ جب سرسید کے اصل اصول پر غایر نظر ڈالی گئی اور اونکا دلی مدعا معلوم کیا گیا تو مجکو مجبوراً اپنا مضمون واپس لینا پڑا -

برٹش گورنمنٹ کی نسبت سید صاحب کا خود جو کچہ خیال تہا اوسکو وہ کالج کے ہر ایک طالبعلم کے دل مین بٹہانا چاہتے تہے اور اِس بات کو وہ اصول اسلام کے مطابق اور اپنے ہادی کی ہدایت کے موافق سمجہتے تہے - اونہون نے بارہا اپنی اسپیچون اور تقریرون مین اِس امر کا ذکر کیا ہے کہ گورنمنٹ کی خیرخواہی اور وفاداری مسلمانون پر ازروے احکام اسلام کے مثل اور مسلمانی عقیدون کے ایک ضروری عقیدہ ہے اور اِس امر کی تردید مین کہ غیر قوم کی حکومت مین دلی خیرخواہی سے رہنا اسلام کے خلاف ہے خود پیمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل کو نظیراً پیش کیا کہ آنحضرت نے کفار مکہ کے ظلم سے محفوظ رہنے کے لیے اپنے صحابہ کو نجاشی کی عملداری مین جانے کا حکم دیا جو ایک عیسائی فرمانروا تہا اور جسکی عملداری مین رہ کر صحابہ نے نہایت وفاداری اوس سلطنت کے ساتہ ظاہر کی تہی -

(۲) دوسری پالیسی اونکی یہ تہی کہ قوم کے بچون کو ایسی تعلیم دیجائے کہ وہ انگریزون سے اتحاد و ارتباط پیدا کرین اور انگریز جنٹلمین بہی اونکے اوضاع و اخلاق و عادات دیکہکر اون سے دوستی اور محبت رکہنے کی خواہش کرین - مسلمانون اور انگریزون کے اتحاد و ارتباط کو مسلمانون کی عزت اور ترقی اور سلطنت برطانیہ کے لیے باعث استحکام اور ایک ضروری

امر سمجھتے تھے اور جو نفرت اور جدائی اِن دونون مین ہے اوسکو سلطنت اور نیز اپنی قوم کے لیے بہت مضر جانتے تھے اِنکی کالج کے قایم کرنے سے یہ خواہش نہ تھی کہ مسلمان طالب علم صرف ڈگریان حاصل کرین اور بی اے - ایم اے کے بے معنی الفاظ اِنکے نام کے پیچھے دم کیطرح لگ جائین بلکہ وہ ایسی تعلیم و تربیت چاہتے تھے جس سے اِس کالج کے طالب علم انسان بنین جو لوگ سرسید سے واقف ہین وہ یہ بھی جانتے ہونگے کہ انکی خودداری غرور کے درجہ پر سمجھی جاتی تھی - ضلع علیگڈھ کے کسی حاکم سے اونھون نے صرف اِس بنا پر کبھی ملاقات نہ کی کہ وہ جوتا پہنکر کسیکو اپنے گھر پر آنے دینے کا روادار نہ تھا حالانکہ وہ زمانہ وہ تھا کہ سید صاحب پنشن یاب ہو چکے تھے - اور کالج کے بہت سے کام اُس حاکم سے تعلق رکھتے تھے اور کئی ضروری باتون مین اوسکی رضامندی کی ضرورت تھی مگر اونھون نے کسی بات کا مطلق خیال نہ کیا اور اپنی عزت کو قایم رکھا حتی کہ اوس زمانہ مین صرف اسی بات پر بہت سے یورپین اپنی غلطی سے اونکو متکبر و مغرور کہنے لگے اور انگریزون کا نہایت مخالف جاننے لگے - مگر سرسید کسی سے نہ ڈرتے تھے اور نہ اپنی ذات کے لیے کچھ امید رکھتے تھے جو پالیسی اونھون نے ٹھہرالی تھی اُسی پر چلتے رہے وہ چاہتے تھے کہ کالج مین ایسی تعلیم دیجائے کہ جس سے لڑکون کے دلونمین بجاے خوشامدانہ خیالات کے آزادی اور خودداری کے خیالات پیدا ہون اور وہ سلف رسپکٹ کے عادی ہون مگر اِسکے ساتھہ ہی ادب اور حکام کی تعظیم اور اپنے بزرگون کی تکریم کو بھی پیش نظر رکھین اور ایسے غلط خیالات اُنکے دلین پیدا نہ ہون کہ جس سے وہ گستاخی اور بے ادبی کو آزادی اور خودداری سمجھہ بیٹھین - اور اپنے اور دوسرے کے حفظ مراتب کا خیال نہ رکھین اور جس قدرتی عزت و ادب کا استحقاق اوس قوم کے لوگ رکھتے ہین جنکو خدا نے نہ صرف تلوار کے زور سے ہم پر حاکم بنایا ہے بلکہ جنکو علم - اخلاق اور انسانی صفات نے بھی ہم پر فوقیت دی ہے اوسکو بھول جائین اور اپنے قدم جادۂ اعتدال سے باہر رکھین سرسید اپنی اِس آرزو مین

کامیاب ہوئے اونکی اِس پالیسی کے سبب سے کالج کے لڑکون نے ایسی تعلیم و تربیت

پائی جنکو حکام اور تمام یورپین جنٹلمین قدر کی نظر سے دیکھتے ہین اور اُنکے حسن اخلاق کی

وجہ سے اونکو دوست بنانے اور ارتباط و اتحاد رکھنے مین اپنی خوشی ظاہر کرتے ہین کمیں

تماشون کمیٹیون اور جلسون مین برابر اُنکے ساتھ رہتے ہین اور ہر طرح سے دوستانہ برتاو رکھتے ہین

(۳) تیسری پالیسی یہ تھی کہ کالج کے پرنسپل اور پروفیسر ایسے لائق اور مہذب انگلشمین

مقرر ہون جو سوائے اپنی قوم کے دوسرون کے ساتھ بھی ہمدردی اور محبت رکھنے کو

ایک انسانی صفت سمجھتے ہون اسی خیال سے انھون نے کالج قانون مین یہ دفعہ قایم کردی

کہ پرنسپل اور تین پروفیسر ہمیشہ یورپین ہوا کرین اونکے نزدیک بغیر اسکے کالج لائق انگریزون

کے ہاتھ مین ہو نہ عمدہ تعلیم ہوسکتی ہے نہ وہ مطلب حاصل ہوسکتا ہے جو کالج قایم کرنے سے

مقصود تھا۔ چنانچہ سر سید نے نہایت لائق۔ ہمدرد اور نیک دل اسٹاف جمع کرکے کالج کو وہ

رونق اور شہرت دی کہ بڑے بڑے مقتدر اور معزز لوگون نے یہان کی تعلیم کی نسبت ایسے

پاکیزہ اور اعلیٰ خیالات ظاہر کیے کہ جن پر قوم فخر کرسکتی ہے۔

علی گڈہ کالج کو سالار جنگ اول۔ سر سالار ثانی۔ نواب سر آسمانجاہ۔ نواب فا ما لام ابہادر

سی اسلامی رگوسا اور لارڈ لٹن لارڈ رپن۔ لارڈ ڈفرن۔ لارڈ لینسڈون۔ لارڈ الگن۔

ڈیوک آف کیناٹ اور دیگر معزز لیڈیون اور جنٹلمینون کے تشریف لانے کا اعزاز

حاصل ہوچکا ہے۔

کالج کے قایم کرنے کے بعد سید صاحب کے خیالات مین یکایک ایک عجیب و غریب انقلاب

پیدا ہوا۔ سید صاحب نے اپنے ابتدائی غور و فکر سے یہ راے قایم کی تھی کہ مسلمانون کی

ترقی کے لیے ضرور ہے کہ مغربی خیالات اور موجودہ علوم و فنون کی روشنی سے اُنکے

دل و دماغ مین روشنی پیدا کیجاے یہ ایک ایسی راے تھی جسکی عمدگی سے شاید کوئی

کبھی انکار نہین کرسکے گا۔ لیکن یہ خیالات کیونکر پیدا کیے جائین اور مسلمانون مین ایسی

روشنی پیدا کرنے کے کیا ذرایع ہین اسکے متعلق سید صاحب نے جو راے قایم کی تھی وہ آخر مین غلط ثابت ہوئی اِن کا پہلا خیال تھا کہ مغربی علوم کا ترجمہ اُردو زبان مین کیا جائے - تاریخ - فلسفہ - ہیئت - ریاضی اور تمام علوم کی کتابین اُردو مین تصنیف ہو کر شایع کی جائین اور وہی مسلمان بچون کا کورس قرار پائے چنانچہ اسی اصول پر سائنٹفک سوسائٹی قایم ہوئی جسکی شائع شدہ جلدین قدر کی نظر سے دیکھی گئین -

مگر زمانہ کی فطرت - مسلمانون کی حالت - انگریزی طرز حکومت اور دیگر ہندوستانی اقوام کے رنگ طبیعت کو دیکھ کر سید صاحب کو اپنی راے سے تبدیل کرنا پڑی اِن کو معلوم ہو گیا کہ ترجمہ کی ہوئی کتابین نہ قوم کی حالت درست کرسکتی ہین اور نہ طلبا ہی ان کے ذریعہ سے مجتہدانہ بصیرت پیدا کرسکتے ہین - جسکی وجہ یہ تھی کہ ہندوستانیون اور خصوصاً مسلمانون مین نہ حکومت تھی اور نہ قوت تھی کہ اپنی زبان کو اسقدر وسیع اور کافی فائدہ پہونچا سکین کہ وہ یورپین زبانون کے مقابلہ مین دوسری زبانون کی خوشہ چینی سے آزاد ہو جائے - تاریخ بتا رہی تھی کہ کبھی کسی مفتوح قوم کی زبان مغلوبیت اور مفتوحی کی حالت مین ترقی کرکے اعلیٰ درجے پر نہین پہونچ سکی اور ناکامی کی سب سے بڑی وجہ یہ نظر آئی کہ انگریزی زبان کی ترقی ابھی تک بدستور جاری ہے اسکی ترقی کی رفتار اپنی پوری حد پر پہنچکر ٹھیری نہین اور نہ ہم مین اتنی قدرت ہے کہ اتنے دنون کے لیے اسکی رفتار روک لین کہ جب ہماری زبان علم و فن مین اسکے برابر پہونچ لے تو دونون زبانون کو ایک ساتھ اور ایک سان طریقہ سے آگے بڑہنے کی اجازت دین گذشتہ زمانون مین جن زبانون نے ترقی کی تھی انکو اس بات کا موقع ملا تھا کہ جن ملکون اور قومون کی خوشہ چینی کررہی تھین اونکی ترقی کی رفتار ٹھہر چکی تھی یونانی زبان کو ترقی کا موقعہ اُسوقت ملا کہ جب مصر کی ترقی مین زوال شروع ہو چکا تھا علیٰ ہذا پھر رومیون کی زبان نے اسوقت ترقی شروع کی جب یونانی علم و ہنر مین گھُن لگ چکا تھا - اِسی طرح عربی کو محض اس وجہ سے

کامیابی کا موقعہ مل گیا کہ یونان و روم دونون ملکون کی ترقی معرض زوال مین تھی اُسوقت کی سب قومین ادبار کی حالت مین تھین۔ تعصبات علوم کی تہذیب غالب آچکی تھی اور یہ حالت تھی کہ اِن قدیم ترقی یافتہ زبانون کے علمی خزانہ مین ایک بھی نئی کتاب نہ بڑہ سکتی تھی۔ یہی موقعہ یا کہ عربون کے ذوق و شوق نے اپنی زبان کو اِن کے برابر پہونچایا اور آخرکار خود اِن سے آگے بڑہا دیا اسی طرح موجودہ یورپین زبانین۔ اسوقت ترقی و تہذیب کی دنیا مین آئین جبکہ یونانی اور لاطینی کا کوئی بولنے والا بھی باقی نہ رہا۔

اور تاتاریون کے دست برد کے بعد عرب کے علمی خزانہ بھی کیڑون کے سپرد ہو چکے تھے۔ اب اسوقت صاف نظر آرہا تھا کہ انگریزی اپنے عروج شباب کی حالت مین ہے روزانہ علمی تصانیف کی تعداد بڑہتی جاتی ہے اور ہر علم بلکہ ہر مسئلہ کی یہ حالت تھی کہ جہان کل تھا وہان سے آج آگے بڑہ گیا ہے۔ اور علمی تحقیقات کل اور آگے بڑہا لیجائیگی اِس حالت مین اُردو زبان کے اختیار سے باہر تھا کہ اِن تمام علوم کو جو یورپ مین پھیلے ہوئے ہین اپنا لباس پہنا کے قوم و ملک کے سامنے پیش کردے اِسلیے کہ ممکن تھا کہ اُردو ایک وقت کے تمام انگریزی تصانیف کو اپنے دامن مین لے لے۔ لیکن اِن تصانیف کے فراہم کرنے کے بعد دیکھا جاتا تو نظر آتا کہ جو کچھ اُردو کی گود مین ہے وہ تقویم پارینہ ہے اور انگریزی ایک بلند مقام پر پہونچ گئی ہے۔

بہرحال یہ خیالات تھے جنہون نے سید صاحب کو مجبور کیا کہ پرانی راے کو چھوڑ کر مسلمان بچون کو انگریزی تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دلائین۔ انہین دنون مین پنجاب یونیورسٹی قایم ہوئی تھی اور گورنمنٹ نے اپنے پولٹیکل مصالح سے اِس یونیورسٹی کی یہ پالیسی مقرر کی کہ انگریزی تعلیم حتی الامکان دبائی جائے اور پنجاب کی رعایا کیا ہندو کیا مسلمان سب اپنے قدیم مشرقی علوم کے حاصل کرنے پر امادہ کیئے جائین سید صاحب کو اپنے راے بدلتے ہی پنجاب یونیورسٹی سے مقابلہ کرنا پڑا یہ مقابلہ مسلمانون کے

اسوقت کے خیالات کی وجہ سے سید صاحب کے سامنے ہر وقت ایک بہت بڑا
پہاڑ پیش کرتا تہا جس مین سُرنگ کہود کر انہین اپنی قوم کو لیجانا پڑتا تہا ڈاکٹر لٹنر
جو عربی زبان کے ایک اچہے واقف کار سمجہے جاتے ہین اور جنکی تاریخ سنین اسلام
مسلمانون مین وقعت کی نگاہ سے دیکہی جاتی ہے پنجاب یونیورسٹی کے رجسٹرار مقرر ہوئے
اور اُنہون نے محض گورنمنٹ کے اغراض حاصل کرنے کے لیے اپنے انگریز ہونے
کے غرور اور فاتح قوم مین شامل ہونیکی خودداری کو کنارے پر رکہدیا اور ہندو مسلمانونکی صحبت مین
جا جا کے اُنکی محفلون مین شریک ہو ہو کر اِن سے خلاملا پیدا کرکے ہر جگہ عیسائی پادریون
کی طرح - نہین تو یہ ایک مسلمان واعظ کی شان سے وعظ کہنے لگے - کہ تم کو ہرگز انگریزی
نہ پڑہنا چاہیے تم اپنی عربی زبان پڑہو سنسکرت مین کمالات حاصل کرو اپنے مذہب اور
اپنے قوم کے لٹریچر سے اپنا دماغ روشن کرو اور خوب جان لو کہ انگریزی پڑہنا سخت گناہ
ہے - اِنکے مقابلہ مین سید احمد خان پکار پکار کر اور گلا پہاڑ پہاڑ کر کہہ رہے تہے کہ نہین
تم انگریزی پڑہو - تم انگریزی ضرور پڑہو -

درحقیقت وہ بہی نہایت پُر مذاق اور عجیب و غریب سین تہا کہ جب ایک نورانی
صورت کا بڈہا مسلمانون کو کہتا تہا کہ انگریزی پڑہو اور ایک عیسائی انگریز دوست بنکر
سمجہاتا تہا نہین تم اپنی کوشش اپنی ہی زبان اور اپنے ہی دین مین خرچ کرو
یہ نہایت دہوکہ دینے والا سین تہا جسمین ہزارہا پنجابی مسلمان مبتلا ہو گیے اِن کو یقین دلایا
گیا کہ سید احمد خان نیچری اور مرتد ہین جسکا ثبوت یہی موجود ہے کہ وہ عربی کے بدلے
انگریزی پڑہنے کو کہتے ہین - اِس دہوکہ نے مسلمانون کی کثیر تعداد کو سید صاحب کا مخالف
نہ بنا دیا ہو - مگر اس کا اثر آج نظر آتا ہے کہ پنجاب کے وہ لوگ جو اُسوقت ڈاکٹر لٹنر کی باتون
مین آگیے تہے اب روتے اور پچہتاتے ہین کہ ہاے ہمنے سید کی قدر اُسوقت
نہ جانی کہ جب جاننے کی ضرورت تہی -

چند روز بعد الہ آباد مین ایک نئی یونیورسٹی قایم کرنے کی تجویز قرار پائی جہان کالجونکا تعلق الہ آباد یونیورسٹی کے قایم ہونے سے پہلے کلکتہ یونیورسٹی سے تہا۔

کلکتہ یونیورسٹی اوسی اصول پر قایم کی گئی تہی جسکو اب سید احمد خان ہر جگہہ جاری کرنا چاہتے تہے - لہذا اِنکے کالج کا تعلق بہی اسی یونیورسٹی سے تہا۔ مگر جب الہ آباد کی نئی یونیورسٹی قایم ہونے لگی - تو گورنمنٹ کا ابتدائی منشا یہ معلوم ہوتا تہا کہ یہ بہی پنجاب یونیورسٹی کے اصول پر جاری کیجائیگی اور انگلش لٹریچر کے دبانے کی کارروائی ہوگی -

سید نے پنجاب کا مقابلہ کرکے اور بہت دنون کی لڑائی اور معرکہ آرائی کے بعد ایک طرف تو پنجاب کی بہت سی رعایا پر اوسکی یونیورسٹی کا ضرر ثابت کردیا تہا دوسری طرف اِن کے مقابلہ نے غربی اور شمالی ہندونکو جو تعصبات کے کم ہونے کی وجہ سے ہر آزاد و نیک رائے کو جلد سمجھ لیا کرتے ہین اپنے موافق اور اپنا ہمصفیر بنا لیا تہا - الہ آباد یونیورسٹی کے متعلق گورنمنٹ کا منشا ظاہر ہوتے ہی سید صاحب نے اور اِن کے ساتہہ مغربی و شمالی کے تمام ہندوون نے بڑے جوش وخروش کے ساتہہ مخالفت شروع کی -

مسلمانون کا بڑا گروہ تو اسوقت شاید اس اہم مسئلہ کو سمجھا بہی نہوگا جسپر قومی عزت کا دارومدار تہا - مگر ہندوونکے شوروغل اور سید کے استقلال نے گورنمنٹ کو اپنی پالیسی بدلنے پر مجبور کیا - سید نے اس موقع پر یہان تک کہدیا تہا کہ اگر گورنمنٹ نے ہماری آواز نہ سُنی تو ہم اپنے کالج کا تعلق براہ راست انگلستان کی آکسفورڈ یونیورسٹی سے کردینگے ہم قوم سے بہیک مانگ کر چندہ فراہم کرینگے - اور اپنے طلبار کو انگلستان بہیجین گے - مگر یہ نہوگا کہ الہ آباد یونیورسٹی مین جانے دین - اگرچہ سید صاحب کا یہ کہنا کہ طلبار کو انگلستان بہیجا جائیگا نہایت ہی مشکل اور غیر ممکن التکمیل امر تہا - مگر اس سے سید کے استقلال اور ہمت کا بخوبی پتہ چل سکتا ہے اور اسمین کچھ شک نہین کہ وہ اپنی دہن کے پورے تہے اسلیے اس کام کو بہی کر ہی گذرتے -

ایساتہا وہ عاقبت اندیش - زمانہ شناس - خیرخواہ قوم اور مستقل مزاج بڈہا جسے چند بودی اور ڈرپوک بنگالی خوشامدی کا الزام دیتے ہین مگر یہ نہین جانتے کہ اپنی مستقل مزاجی اپنی آزادروی سے مسلمان تو درکنار اسنے ہندوؤن کو بہی کتنا بڑا فائدہ پہونچایا ہی - اتنے دنون تک قومی تعلیم مین شریک رہنے اور بڑی بڑی یونیورسٹیونکا مقابلہ کرچکنے کی بعد سید صاحب کو تعلیم کی ضرورت اور اسکی فائدے کی اسقدر دلچسپی پیدا ہوگئی تہی کہ وہ اب سمجہتے تہے کہ میری زندگی کا اگر کوئی کام اور کوئی مشن ہے تو بس یہی ہے کہ مسلمانون مین تعلیم اور تربیت کو ترقی ہو جس سے وہ اپنے حقوق - اپنی بُرائی بہلائی - اپنے تعلقات گورنمنٹ کو بخوبی سمجہہ سکین اونکو اس بات کا علم الیقین تہا کہ وہ تمام چیزین جنکی ایک شائستہ قوم کو ضرورت ہوسکتی ہے تعلیم و تربیت کی ترقی سے مسلمانون مین خود ہی پیدا ہوجاینگی اب انگریزی حکومت کے دوران اور انگلش آزادیون کی برکت مین ہندوستان کے ہر مقام پر پولیٹیکل جماعتین پیدا ہوگئی تہین - جنکی ابتدا بنگالہ سے ہوئی - پہلے کلکتہ مین یونیورسٹی قایم ہوئی تہی اور وہان کے باشندے یورپ کی موجودہ آزادیون کا حال سُن سُن کر اس بات پر آمادہ ہوگیے کہ اپنی گورنمنٹ سے اُسی شان اور اُسی جوش سے ملکی حقوق حاصل کرین جسطرح کہ وہ کبہی انگلستان اور امریکہ مین حاصل کیے گیے تہے یا اب آسٹریا اور اٹلی وغیرہ مین حاصل کیے جارہے ہین - چونکہ اس قسم کی باتونکو اُن دماغون سے زیادہ مناسبت ہوتی ہے جنمین عملی قوت کے مقابلہ مین خیال کی وسعت زیادہ ہو جیسی حالت کہ عموماً عورتون یا افسونیونکی ہوا کرتی ہے -

بنگالیون کا دماغ چونکہ اسی قسم کے لوگون سے ملتا جلتا تہا - لہذا سب سے پہلے پولیٹیکل بدخوابیان انہین کو ہونا شروع ہوئین ایک حد خاص تک سرسید نے بہی اِن معاملات مین ملک کے پالیٹشنون کا ساتہہ دیا - مگر جب نظر آگیا کہ یہ باتین بالکل قبل از وقت ہین - ہندوستان تہذیب کے گہوارے مین ہے قومی ریفارمرونکے اغراض متحد نہین ہونے پائے ہین اور سب سے زیادہ خرابی یہ ہے کہ تعلیم محض ناقص اور بالکل

ابتدائی زمانہ مین سے تو اونہون نے صاف علیحدگی اختیار کرلی اور اپنی قوم سے کہدیا کہ تمہارا کام صرف پڑہنا اور تعلیم پانا ہے جب اعلیٰ تعلیم حاصل ہو جائیگی تو قوم کی سربراہی - ہر جگہ - ہر تدبیر - اور ہر قصبہ مین تعلیم یافتہ لوگون کے ہاتہ مین ہوگی اُسوقت انصاف اور نیک نیتی کے ساتہ اُن امور پر بہی غور کیا جا سکے گا -

قوم کی تعلیم دلانے کے شوق مین سید اسقدر فنا تہے کہ اونکی نظر مین اس سے بڑا کوئی کام تہا اور نہ اس سے زیادہ ثواب کسی اور کام کے چندے مین ہو سکتا تہا بعض لوگون کو اکثر اوقات سید احمد خان کے اس طرز عمل پر تعجب معلوم ہوا ہے اسلیے کہ اونہون نے مجروحان ترکی کے چندے کی طرف بے پروائی کی مدینہ طیبہ کی سڑک درست کرانے اور نہر زبیدہ کی ترمیم و تعمیر کے معاملات مین دلچسپی نلی مسٹر وب اور مسٹر کوئیلم کے پرجوش نو مسلمون کی اعانت مین مخالفت کی ان سب باتون کو صرف اونکے اس خیال سے تعلق تہا کہ وہ اپنی قوم کے بچون کو تعلیم دلانے کے سوا نہ کسی امر کو ضروری سمجہتے تہے اور نہ اس سے بڑی کوئی اسلامی خدمت اُنکے عقیدے مین ہو سکتی تہی - کسی نے یتیم خانہ کہولا اونہون نے کہا یہ نہین چندہ ہمکو دو کسی نے کسی غریب کو کہانا کہلانا چاہا اونہون نے کہا کہ اس سے بڑے ثواب کا کام یہ ہے کہ مدرسۃ العلوم کی خدمت کرو چندہ دینے کے متعلق جس امر مین اون سے مشورہ لیا گیا اونہون نے اپنے ہی مدرسہ کا نام لیا قوم کے بہت سے لوگون نے اون سے خواہش کی کہ آپ کسی اور کام کو بہی اپنے ہاتہ مین لین - مگر سید نے انکار کیا اور صاف کہدیا کہ جس کام کو مین نے شروع کیا ہے ابہی وہی تکمیل کو نہین پہنچا - اس بارہ مین اُن کا جوش اسقدر بڑہا ہوا تہا کہ بعض وقت تعصب کے درجے تک پہنچ جاتا تہا اور وہ اپنے اختیار سے باہر ہو جاتے تہے بعض متعصب انگریز جنہون نے تعلیم کے خلاف رائے دی ہے اونکی مخالفت سید نے جس جوش اور آزادی سے کی شاید کوئی نہ کر سکے گا - ایکدفعہ کا ذکر ہے کہ

مغربی و شمالی کے ایک ڈائرکٹر آف پبلک انسٹرکشن صاحب دورہ کرتے ہوئے علیگڈھ مین تشریف لائے یہ بزرگ نیک نیتی سے یہ سمجھتے تھے کہ انگریزی سلطنت کے لیے ہندوستانیونکی تعلیم سے زیادہ مضر کوئی چیز نہین ہوسکتی - چنانچہ سید احمد خان کا اسی معاملہ مین اسقدر ریمارک دیکھہ کے اپنے چند انگریز دوستون مین فرمانے لگے کہ سید احمد خان نے بندر پال رکھے ہین مطلب یہ تھا کہ یہ تمام لڑکے جو مدرسۃ العلوم مین جمع ہین بندر ہین اور سید صاحب انکا تماشا کیا کرتے ہین - اسکی خبر سید کو بھی ہوگئی جسکو سنکر وہ اسقدر برہم ہوے کہ غصہ کی تاب نہ لاسکے - اتفاقاً دوسرے تیسرے ہی دن ریڈنگ کلب کی ایک صحبت تھی جسمین انعام تقسیم کرنے کے لیے خود ڈائرکٹر صاحب بھی تشریف لانیوالے تھے سید صاحب خلاف امید اس جلسہ مین پہنچے - چہرہ غصہ کے مارے سرخ تھا کچھہ دیر تک توضبط کیے بیٹھے رہے مگر پھر موقع پاتے ہی اسپیچ دینے کیلیے کھڑے ہوگئے جلسہ نے زور شور سے چیرز دیکر سید صاحب کی تقریر کی طرف کان لگائے مگر وہ تو کچھہ اور ہی خیال ظاہر کرنے آئے تھے - منافع تعلیم مین چند جملے بیان کرکے کہنے لگے - میرے بعض یورپین دوست کہتے ہین کہ مینے بندر پال رکھے ہین - یہ بندر میرے عزیز اور لخت جگر ہین جن پر قوم کی امیدونکا دار و مدار ہے مگر اونکو یاد رکھنا چاہیے کہ یہی بندر ایک دن خود اونکو بندر کی طرح نچا دینگے اس جملہ نے بہت سخت اثر کیا اور ہر طرف سناٹے کا عالم ہوگیا - ڈائرکٹر صاحب کے چہرے پر ہوائیان چھوٹنے لگین مگر سید صاحب نے کسی بات کی پروا نہ کی اور تھوڑی ہی دیر کے بعد وہان سے اوٹھکر چلے آئے -

۱۸۷۸ء مین سید صاحب سپریم لیجسلیٹو کونسل کے ممبر ہوئے جہان انکی خدمات ایسی مفید ثابت ہوئین کہ وہ ایک میعاد کیلیے پھر منتخب کیے گئے اور ۱۸۸۲ء مین ایجوکیشنل کمیشن کے ممبر بنائے گیے ان دونون ڈپارٹمنٹون مین انکی کارروائی گورنمنٹ کے پسندیدہ خاطر ہوئی جسکے صلہ مین ۱۸۸۸ء مین وہ دوسرے درجہ کے آرڈر آف دی سٹار آف انڈیا مین شامل ہوئے

۱۸۸۴ء مین اونہون نے کالج کی امداد کیلیے پنجاب کا سفر کیا اور جہان کہین گئے اون کا مدعا بخوبی پورا کیا گیا ۱۸۸۹ء مین سر سید نے پہر پنجاب کی سیاحت کی اور بڑے تپاک سے انکا خیر مقدم ہوا - علیگڈہ کالج جو ان کی ہمت مردانہ کا نتیجہ ہے ملک مین کسی تعلیم گاہ سے دوسرے درجہ پر نہین ہے - یہ انکی ۲۵ سالون کی محنت اور تمام دنیاوی ایثارون کا ثبوت ہے اسکے بعد اکثر بارسوخ دوست ان کے ساتہ شامل ہو گئے اور کچہہ عرصہ کے بعد تمام عناد و تعصب اور اختلاف کم ہو گیا اور بڑی دریادلی سے مدد ملنے لگی - جسمین صرف مسلمانون ہی نے دستگیری اور حوصلہ نہ بڑہایا بلکہ اکثر ہندوون اور انگریزون نے بہی اس کار خیر مین ہاتہ بٹایا - ان کے مرنے سے چند سال پہلے یونیورسٹی اڈنبرہ نے اشاعت تعلیم مین انکی مساعی جمیلہ پر توجہ کر کے انکو ڈاکٹر آف لاز کی ڈگری دی ۲ - جنوری ۱۸۸۸ء کو گورنمنٹ نے نائٹ کمانڈر کا خطاب عطا کیا سید صاحب کی اس کالج کو بطور اسلامیہ یونیورسٹی کے معراج ترقی پر دیکہنے کی دلی تمنا تہی جو بقول شخصے کہ " کار دنیا کسے تمام نکرد " ان کی زندگی مین پوری نہو سکی کاش انکی یہ آرزو بعد مین پوری کیجاے ایسے شخص کی وفات کیون عالمگیر ماتم کا باعث نہو نیشنل کانگرس کے ابتدائی زمانہ مین آپنے کانگرس کا جلسہ قایم کیا جو زیادہ مدت زندہ نہ رہا لیکن اوسی زمانہ مین مسلمانون کے لیے ایجوکیشنل کانفرنس قایم کی جو اب تک قایم ہے ابتداے جوانی مین سید صاحب کو شعر و سخن سے بہی شوق تہا اور آہی تخلص کرتے تہے چنانچہ اونکے طبع زاد چند شعر ذیل مین درج کیے جاتے ہین - و ہو ہذا

دل در خم گیسوے پریشان تو پابند	جانہاے دو عالم ہمہ خواہان تو یابند
گر از پے جویند ز سر رشتہ جانہا	موئے ز سر طرۂ پیچان تو یابند
طومار شفاعت چو دم حشر کشایند	حرفے است کہ از دفتر دیوان تو یابند
باشند بہ جمعیت خاطر بدم حشر	آنانکہ سر زلف پریشان تو یابند

خاکم چو بجویند بمیدان قیامت — اُفتادہ بہر گوشۂ دامانِ تو یابند
سحرے کہ بود غیرت اعجاز مسیحا — رمزیست کہ در نرگسِ فتانِ تو یابند
بتون پر دل و دین فدا کر رہے ہین — بنارس مین یاد خدا کر رہے ہین

یہ شعر اوسوقت کا لکھا ہوا ہی کہ جب سید صاحب بنارس مین تہے سید صاحب نے کچہہ اوپر اسّی سال کی عمر مین بعارضۂ ضعف جگر مبتلا ہوکر بمقام علیگڈہ ۲۸۔ مارچ ۱۸۹۸ء کو وفات پائی اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ بہت زیادہ زمانہ نہین گذرا کہ ہندوستان کے ایک بہت بڑے بزرگ کو بعض حضرات نے مجبور کیا کہ وہ اپنی مقدس تحریر کا سرسیّد پر اثر ڈالین چنانچہ حضرت نے منظور فرمایا اور ایک خط سرسیّد کو ارسال کیا سرسیّد نے اس تحریر کو بوسہ دیا آنکھون سے لگایا جوابًا جو الفاظ سیّد صاحب نے تحریر فرمائے اُن مین اس خیال کا بہی اظہار تہا کہ مین اپنی نجات کے دو بہت بڑے ذریعے رکہتا ہون اوّل تو جناب مولانا شاہ عبد العزیز صاحب اور حضرت شاہ آفاق رح دہلوی نے مجکو اپنی گود مین کہلایا ہے۔

دوسرے مین آپ کا ہمعصر ہون جناب شاہ فضل رحمٰن نے اپنی زمانۂ حیات مین سرسیّد کی نسبت عاقبت بخیر ہونے کی امید ظاہر فرمائی تہی۔ سید صاحب کی وفات کے بعد ہر موافق و مخالف کی زبان سے دعائے خیر و نجات نکلی ہے جو بالیقین ذریعۂ آمرزش و بخشش ہی۔

حصّہ دوم مشتمل بر

قطعات تاریخ وفات وغیرہ

خاکسار ابوالفضل محمد وجاہت حسین وجاہت صدیقی جھنجھانوی مؤلف کتاب

تباہ ہو گیے ہین آج کیون مکین و مکان
سیاہ ہو گیے ہین آج کیون زمین و زمان

ہین فرط درد سے بیچین سارے پیر و جوان
ہین آہ سرد سے خورد و کلان سبھی نالان

فلک پہ چار طرف نیستی برستی ہے
غم و الم کی گھٹا ہو گئی محیط جہان

یہ آج ہوتا ہے بیوقت کیون خسوف و کسوف
ستارے ٹوٹ کے گرتے ہین کسلیے ہر آن

ہے انحراف مین کیون نقطۂ خط محور
ہے انصراف مین کیون نظم گردش دوران

زمین خاک اڑاتی ہے سوگواری مین
فلک ہوا ہے مصیبت مین نیلگون دامان

کوئی ہے خاک بسر کوئی ہے گریبان چاک
کہین ہے نالہ کہین آہ ہی کہین ہے فغان

کسیکو یاد نکا کچھ ہوش ہے نہ سر کی خبر
کوئی ہے بیخود و بیدم تو ہے کوئی حیران

ہے آسیائے فلک کسلیے سکون مین آج
ہے کیون سقوط مین بے وجہ گردش دوران

ہر ایک جا ہے زمانہ مین شور حشر بپا
ہر ایک جا ہے قیامت کا ماتمی سامان

الٰہی خیر ہو سرعت مین تار برقی ہے
مثال برق دل مضطرب ہوا ہے تپان

کھٹک گیا ہے مرے دل مین تار سا یارب
یہ تار تھا کہ کوئی تھا یہ خنجر بران

یہ کس کے واسطے جنت کی آج ہے زینت
یہ آج کسلیے پھولا ہے روضۂ رضوان

پس اضطراب مین پوچھا یہ مین نے ہر اک سے
کہ تعزیت کا یہ کسکی ہوا ہے اب سامان

کہا سبھی نے کہ افسوس ہے بے خبر تجھکو
خبر نہین ہوئی اب تک کہ کیا ہے رنگ جہان

زمین پہ لوٹ رہے ہین دفورِ درد سے ہم
کہ آج اُٹھگیے دنیا سے سیّد احمد خان

وزیرِ اعظم دربارِ خاص دنیا دی
فقیر بارگہ قوم و شاہ قیصر سان

وہ جسنے صدمے اُٹھائے ہزار رنج سہے
وہ جسنے قوم کے پیچھے گنوائی اپنی جان

وجود اون کا مسلمانون مین غنیمت تھا
عدم سے اُنکے اُٹھائینگے ہم بڑے نقصان

اُنھین کے دم سے تھا دم خم بنا ہوا سارا
ہماری قوم ہے اب ایک قالب بے جان

جہان مین پھر نہو اندھیر چار سو کیونکر
غروب ہوگیا وہ آفتاب ہندوستان

عجیب کیفیت محویت تھی وقتِ اخیر
کہ روح شاہد مطلب کو تھی نظارہ کنان

خوشی خوشی قفس عنصری سے طائر روح
سُوے نشیمن جنت ہوا ہے بال فشان

جمال شاہد اسلام پہ بدل تھے نثار
عروس قوم پہ تھے لاکھ جان سے قربان

اُنھین کے دم سے تھا کالج بنا ہوا گلشن
اُنھین کے دم سے تھے شادابیاری سرو روان

جو مین نے یاس سے کی جستجوی سال وفات
ندا یہ آئی کہ ہیہات سیّد احمد خان

۱۳۱۵ھ

منشی عبد اللہ بیگ صاحب مضطر دہلوی

ہر ایک پیر و جوان بھر رہا ہے موت کا دم
رہا نہ کوئی - رہے گا سدا نہ کوئی یہان

ہوا ہے جو کوئی پیدا وہ ہووے گا ناپید
نہ یہ زمین رہے گی نہ یہ زمان نہ جہان

فنا ہے در پئے مخلوق ہر گھڑی درپیش
جو کوئی آج روان ہے تو کوئی کل ہے روان

قیام - ذات خدا کو ہے اور کسیکو نہین
رہے گا وہی نہین رہنے کا کسی کا نشان

اجل کے سامنے یکسان ہے ہر قوی و ضعیف
نہ اس سے عہدہ برآ پیر ہو نہ کوئی جوان

تمیز دار کو دیکھے نہ بے تمیز کو یہ
نہ اس سے بچ سکے ہارون چھوٹ سکا ہامان

رہائی ہاتھ سے اسکے نہ پا سکا فرعون
نہ بچے نہ موت کے حملے سے موسیٔ عمران

نہ اسکے وار سے چھوٹا کوئی نبی و ولی
نہ اسکی زد سے بچیگا گدا ہو یا سلطان

غضب ہے ایک ہی لیڈر جو مسلمین کا تھا
چلا یا اسنے اب ادبر بھی تیشۂ دندان

وہ کون بانیٔ قصر محمدن کالج
وہ کون! ہائے علیگڈہ کا رافع ایوان

وہ کون! حامیٔ قوم اے دریغ سید
وہ کون! مصلح قوم آہ سید احمد خان

جہان سے چل بسا اور قوم ہی ابھی بحال
جہان سے اوٹھگیا اور قوم پر ہے تنگ جہان

انہین تو کچھ بھی نئی روشنی نہ سوجھی تھی
اُسی نے شمع جلا کر دکھا دیا لمعان

نئے علوم سے انکو مذاق کچھ بھی نہ تھا
لگائی چاٹ اُسی نے بچھا کے دسترخوان

لگا گیا رہ تعلیم پر انہین وہ - مگر
ابھی یہ چل نہین سکتے کہ ہر قدم ہے گران

نہ کوئی ہوتا تھا - ایف اے - نہ ایم اے - بی اے
اور اسپہ بنتے تھے دانا جو ہوتے تھے نادان

لگائے اکھڑے ہوے کیسے پر بڑے پر
جڑ ہے فلک یہ جب اُسنے جڑ ہا دیا پروان

نہ پاتے گر یہ لیاقت تو ملتی عزت کیا
کہیت جہان مین بھلا آج انکی ہوتی کہان

قدم بھی راہروون کے جتنے باکی تھے
ہوا جو عالم بالا کو خضر آب روان

انہین بتائے گا علم و ہنر کے گر اب کون
انہین سمجھائیگا اب کون سارے سود و زیان

نہ کانگریس کو سمجھین - نہ پلیگ کو کچھ
ادھر ہے سحر مین جو گریزان تو ہے ادھر سیلان

شفیع قوم بھلا حاکمون سے ہوگا کون
جہان سے اوٹھ گیا اپنا وکیل ہندوستان

اب اپنی ناؤ بھری وسط بحر مین پہنچی
ہوا جو خطرۂ طوفان کہان کشتیبان

خدا ہی پار لگائے گا اب تو بیڑے کو
ہوا کا جھوکا مخالف ہے بحر مین طغیان

پڑا یہ صدمہ جو دل پر تو دل ہوا مضطر
سنا یہ حادثہ مین نے تو اوڑ گیے اوسان

نہ کیونکہ صدمہ ہو - تھا میرا ہموطن وہ بزرگ
اور اسپہ قوم کا حامی نہ کیون ہو دل بریان

روش مین تفرقہ ہر چند تھا دسے تاہم
کبھی تھی آن وہ دلین کہ بس فدا تھی جان

بچایا اوسنے جو خطرون سے قوم کو مضطر
تو لکھی مین نے بھی تاریخ - خضر راہ امان
۱۸۹۸ء

جو اوس سے قوم کو تھا نفع وہ ہو روز افزون
اور اوسکو خلد برین مین الٰہی دیجو مکان

بابو منگل سین صاحب بیدل جھنجھانوی

خود جانب جنت سفر دنیا سے دو دن ہے کر گیے
اِک داغ حسرت سینہ پر خلقِ خدا کے دہر گیے

پہر کیون نہو بیدل کو بے حد رنج و غم کا سامنا
آج آہ اے دل سیّد احمد خان بہادر مر گیے

۱۳۱۵ھ

انور احمد صاحب شرر مارہروی

اے شرر ہار زیست کا مزا نہ رہا
قوم کا آہ ناخدا نہ رہا

مل گئین خاک مین تمنائین
کیا کہین کیا رہا ہے کیا نہ رہا

باغِ اُمید مین خزان آئی
گل پہ بلبل کا چہچہا نہ رہا

شبِ ظلمت جہان پر چہائی
سیّدِ قوم جل بسا نہ رہا

کس سے دردِ نہان بیان کرین
پوچہنے والا حال کا نہ رہا

آج کالج ہے یاس کا منظر
کون اوسمین مرے خدا نہ رہا

کیون یہ لڑکے اوداس پہرتے ہین
کسکو کہتے ہین ہاے ہا نہ رہا

قوم کو آگے اب سنبہالے کون
ہاے سالارِ قافلا نہ رہا

اب مسلمان کرینگے کس پر ناز
باعثِ فخر جو کہ تہا نہ رہا

کیون نہو قوم سوگوار و حزین
جسکا اب کوئی رہنما نہ رہا

آس جس سے بندہی تہی مدت مین
وہی قسمت سے آسرا نہ رہا

کون یہ راستی بتائے گا
رہنما کوئی باوفا نہ رہا

ہے ادہوری عمارتِ کالج
حیف بانی چلا گیا نہ رہا

آج کیا عمر بہر کا رونا ہے
جبکہ سیّد سا پیشوا نہ رہا

سر دُہنو روؤ اے مسلمانو
تہا تمہارا جو شیفتا نہ رہا

قوم بیمار کیون نہ جان سے جائے
اوسمین جب سے نسخہ شفا نہ رہا

ایک کالج مین کیا علیگڈہ کے | تیرا ماتم کہان بپا نہ رہا
تیرے ہی دم سے ساری جلسے تھے | مٹ گیا شوق و ولولا نہ رہا
لگ گئی چپ تجھے یہ کیون سید | قومی قومی پکارتا نہ رہا
یہ اُمنگین کیسے دلین کہان | قوم مین تجہ سا من چلا نہ رہا
ہوتے ہونگے جوان عصائے پیر | نوجوانون کا تہا عصا نہ رہا
اب بجز تیری نوحہ خوانی کے | کوئی مضمون چلبلا نہ رہا
تیرے غم نے کیا ہے ہوش کو گم | کوئی اب یاد قافیا نہ رہا
آہ کے ساتھہ سالِ مرگ ہوا | سید عالی دماغ تہا نہ رہا

١٨٩٨ع

قاضی ظفر الدین صاحب مولوی فاضل اسسٹنٹ پروفیسر عربی اورنٹیل کالج لاہور

چون سید از دار رنج و محن | بدار المسرة نمود ارتقا
بپرسیدم از سال ترحیل او | بجنبت خرامیده - آمدندا

١٣١٥ھ

رضوانی از لاہور

سر آفاق سید احمد خان | آن فلاطون دماغ سحر بیان
وانکه در شان او بود صادق | خضر ظلمات ملک ہندوستان
وانکه از ہمتش علیگڈہ شد | ثانی اثینین خطۂ یونان
وانکه از فیض حسن تعلیمش | شده ناطق بہند ہر حیوان
وانکه اسلام را حمایت او | یافت در ہند از سر نوجان

وانکه دار العلوم قایم کرد
بهر بهبودی مسلمانان

آنکه ممنون اوست هر که و مه
وانکه مداح اوست پیر و جوان

چون به تقدیر قادر بیچون
شد ز دنیا بسوی خلد روان

بهر تاریخ او به رضوانی
این بشارت رسید از رضوان

که بگو سال فوت رفت بخلد ۱۳۱۵ھ
وه چه آیین کشیده سر بجهان

نوحه - منشی احمد اللہ صاحب از اٹاوہ

ہاے سید کیا کیا تم نے ستم
وے چلے کیون قوم کو رنج و الم

قوم نافرمان تہی بیشک مگر
تم سدا کرتے رہے اوس پر کرم

دفعتًا ایسی سمائی دل مین کیا
قوم سے کیون چلدیے ہوکر خفا

تیرے استقلال سے تہا یہ بعید
ہو ترقی سے ہماری نا اُمید

گر نہ برآئی تہی اب تک آرزو
اور لازم تہی تجہے کوشش مزید

تجہکو لیکن یہ کبھی زیبا نہ تہا
قوم سے اسطرح لے مُنہ کو چہپا

مصلحت کے تہا نہ یہ تیری قرین
مُنہ چہپائے اسطرح زیر زمین

تہا عمل لاتقنطو پر تجہکو گر
رحمت اللہ پر رکہتا یقین

پر ہوا بے آس کیا وسواس تہا
رحمۃ للعالمین جب پاس تہا

ہر گہڑی تہا ورد تیرا ہاے قوم
دل مین درد قوم لب پر ہاے قوم

قوم تجکو بر ملا کافر کہے
اور تو سوجان سے شیداے قوم

جب سے تجھے اسدرجہ پیاری قوم تہی
کسطرح فرقت گوارا تو نے کی

تہا تباہی مین پڑا قومی جہاز
ڈگمگانے کا سہارا مل گیا

ڈوبنے سے تو نے رکہا اوسکو باز
جب کیا دستِ کرم تو نے دراز

آخرش منجدہار مین پہر تہام کے
خضر اب تم ہو گیے کس کام کے

کِسپہ ڈانوان ڈول کشتی چہوڑدی
ناخدا یہ کیا غضب تو نے کیا

کسلیے زنجیر لینگر چہوڑدی
باندہکر ہمت ہماری توڑدی

گر یہی منظور اور مقصود تہا
پہر سہارا کسلیے تو نے دیا

قوم مدت سے نحیف وزار تہی
تہا مرض اپنا بظاہر لا علاج

حال پتلا تہا بہت بیمار تہی
موت آسان زندگی دشوار تہی

قوم پر تیرا بڑا احسان ہوا
تو جو آمادہ پئے درمان ہوا

اور کیا ایسا مناسب کچہہ علاج
جسم مین آئی توانائی سی کچہہ

قوم کا اصلاح پر آیا مزاج
ہوگئی ایسی کرے کچہہ کام کاج

اے مسیحا پہر کہان جاتا رہا
سونپ کر کسکو گیا فکرِ شفا

یہ سنبہالا تہا ہماری قوم کا
بعد تیرے ہوگی جب حالت خراب

کہہ نہین سکتے اسے کلی شفا
کون پہر ہمکو پلائے گا دوا

کام چہیڑا ہے تو پورا کام کر

چاہیئے جانا نہین یون تھام کر

خواب غفلت مین تہی سرشار قوم
چونک کر جبدم ہلائے ہاتھہ بار کی

تو نے یہ چاہا کہ ہو بیدار قوم
اور ہوئی غفلت سے کچھہ ہشیار قوم

جاگنے پائی نہ تھی قوم حزین
جا بسائی آپ نے خلد برین

ہے ابہی کالج ادہورا لاکلام
بورڈنگ سب بن نہین پایا ابہی

اور مسجد مین بہت باقی ہے کام
اسٹریچی ہال بہی ہے ناتمام

چہوڑ کر یون ناسکل کام کو
کیون کیا تم نے پسند آرام کو

تم نے یہ بیڑا اٹھایا تہا جناب
ایک بچہ قوم کا جاہل کہین

قوم پر تعلیم کہو لینگے باب
رہ نہ جائے بس یہی تہا اضطراب

کیا تمہاری قوم فاضل ہوگئی
آپ نے جو راہ لی فردوس کی

کام مرنے کا تمہارا تہا نہین
کسکو سونپا آپ نے اپنا مشن

کام والے یون بہی مرتے ہین کہین
کرچلے ہو کسکو اپنا جانشین

انتظام قوم آخر کیا کیا
چارج کسکو دے چلے تم قوم کا

ہمکو اب آتا نہین کوئی نظر
لیکے کاسہ ہاتھہ مین بنکر گدا

بعد مرنے کے ترے اے خوش سیر
قوم کی خاطر پہرے گا دربدر

تیرے اٹھہ جانے سے اے جنت مقام
ہے بہت مشکل ہمارا سارا کام

مغفرت کا تیری ہے کامل یقین
کام مین اللہ کے تو وقف تھا

کچھ دعا پڑھنے کی یان حاجت نہین
اور سچے دل سے تھا ہمدرد دین

خلد مین داخل ہوا تو بیحساب
واسطے تیرے کھُلے جنت کے باب

منشی محمد عبد اللہ صاحب مشتاق مقیم اٹاوہ

نظر آتا ہے کیون ہے ہے مجھے قومی نشان اوٹھا
پھر آتا ہے کیون ہے ہے چمن سے باغبان اوٹھا

ہوئی تھی کچھ توقع ایک مدت مین سنبھلنے کی
مگر افسوس حسرت ہو گیا ہے سب گمان اوٹھا

الٰہی قافلہ سالار کو کیا ہو گیا اپنے
چلا آتا ہے کیون ہے ہے ہمارا کاروان اوٹھا

چڑھے گی قوم بالاخانۂ امید پر کیونکر
مقدر سے ہوا ہے دیکھیے اب نردبان اوٹھا

سوارِ ناقہ پر کیا بنگئی للہ بتلا دو
سراسیمہ چلا آتا ہے کیون یہ ساربان اوٹھا

نشیمن قوم کا برباد و خستہ ہو گیا ہے ہے
پڑے ہین سب در و دیوار اُلٹے اور مکان اوٹھا

نہ دستِ ظلم سے صیاد ظالم کے بچی بلبل
پر و پرزے اُڑا ہے کسطرح اور آشیان اوٹھا

اُجاڑا کیسی بیدردی سے نخلِ قوم گلچین نے
پڑے ہین برگ گل سارے گُنچے اور بوستان اوٹھا

مگر انقشہ پڑا شطرنجِ بخت قوم کا بنکر
بساط الٹی رُخ اوٹھا شاہ ہر پیل و روان اوٹھا

صدا آتی ہے اسٹریچی ہال سے ہی ہے
مجھے تو ماموں ہار کیوں واسطے مین خستہ جان اوٹھا

مسلمانو! اوٹھو سر اپنا پیٹو رو دو چلاؤ
سپہ سالار ہے ہے چلدیا کرکے نشان اوٹھا

علیگڈھ سے خبر آئی ہے سید کے مرنیکی
دہائی قوم اوٹھی اور اب سارا جہان اوٹھا

چراغِ قوم کیسا گل ہوا اندھیر تو دیکھو
کسی کا بھی جہان مین اسطرح پر شمعدان اوٹھا

ہماری حاجتین دل کی مرادین کام کی باتین
سب الٹی ہو گئین کیسا ہے یہ سالِ روان اوٹھا

نہ مرتے سید احمد کاش ہم مرتے تو بہتر تھا
کیا سامان تو نے کسطرح اے آسمان اوٹھا

ترے ماتم نے سید! ہوش کہوئے عقل گم کردی
بجائے سینہ دلکو کوٹتے مین نوحہ خوان اوٹھا

تری رخصت نے ہل چل ڈالدی ساری خدائی مین
علیگڈہ ہی نہین کل طبقۂ ہندوستان اوٹھا

ترے صدمہ نے کس کسطرح اوٹھا قوم مردہ کو
ادہر اوٹھا ادہر اوٹھا یہان اوٹھا وہان اوٹھا

نہ سیری ہونے پائی تیرے متوالونکی سر سید
گرا شیشہ کہان افسوس اور ساغر کہان اوٹھا

تری پیری عصائے پیر تہی قومی جوانون کی
برہمن گے خاک آگے آس ٹوٹی اور گمان اوٹھا

تجہے روتے نہین روتے ہین ہم اپنے مقدر کو
ترا رخ کیا پہرا گویا زمین و آسمان اوٹھا

کوئی اوٹھا نہ سمجہے - چال اولٹی ہے طبیعت کی
وفور غم سے ہے تاریخ مین رنگ بیان اوٹھا

نہ کیا اوٹھا تری رحلت نے اے سید احمد خان
سلہ نصیب قوم (۸۹۸) - اودہم (۵۴) اور زمین (۷۰۱) آسمان (۲۵۱) اوٹھا

نہ اب طاقت ہے اظہار غم و افسوس کرنے کی
سنبہالو دوستو مشتاق کو یہ خستہ جان اوٹھا

منشی اودہم سنگہ صاحب سردار امرتسری شاگرد جلال

وای حسرت از جہان رحلت نمود
سید احمد خان بہادر ذی کمال

حق شناس و پارسا و نیکنام
عالم و دانا و فاضل بے مثال

بود فخر ملک آن قدسی صفت
شد دلِ سردار از غم پر ملال

سالِ تاریخش بگفت این در عجب
خیر خواہ دین کردہ انتقال
سمت ۱۹۵۵

مولوی محمد رضی صاحب مختار عدالت اٹاوہ

چہ محشر شد مسلمانان کہ سید از جہان رفتہ
بمرگ یک ز صدہا کالبد گویا روان رفتہ

تبہ شد کشتی قومی قریب ساحلِ مقصد
ز واژونی قسمت ناخدائے مہربان رفتہ

ہمی بینم کہ این گم کردہ را ناقہ کجا ماند
سوئے ملک عدم تا وقت؛ ہمہ با پاسبان رفتہ

سلہ اِس مصرعہ مین ہر نقطہ کے عدد واسطے شمار کیے جاتے ہین جنکے ملانے سے عیسوی سال ۱۸۹۸ء نکلتا ہے ۱۲

نشد فارغ هنوز از نوحهٔ قومی دل غمگین — که ناگه قافله سالار هم از کاروان رفته

بکوشید ای رفیقان بهر شادابی بستانش — سراسیمه یکایک از میانش باغبان رفته

چه مرده سید احمد خان همه اسلامیان مردند — ز ماتم بر لب هر سو گوارش داستان رفته

به شیونهای مایان همزبان افلاکیان گشتند — چنان بر آسمان از خاطر سوزان دخان رفته

بمرگ نوجوانان کس بدین فریاد می سازد — غم پیر کهن بینی چها بر هر زبان رفته

جنون تازه پیدا کرد این اندوه جانفرسا — شکیب اندر غمش از خاطر دانشوران رفته

ببازار مسلمانان عجب تاراج افتاده است — متاع صبر از بخت سیه از هر دکان رفته

برای یادگار سید مرحوم باقی باد — سرشک از دیدها در رنگ رنگ این و آن رفته

نه تنها ای وحید عصر در کنج لحد رفتی — لب ما همره تو آرام از پیر و جوان رفته

نه حال خود ز تو گفتند نه هیچ از تو بشنیدند — نه اصلا سوی مرگت خستگان را گمان رفته

ز حسرت زنده در گوریم و از تاب توان رفتیم — خداوندا قیامت شد که سید زجهان رفته

بماند لطف و احسانش همیشه بر مسلمانان — اگرچه سرپرست قوم و دین زین خاکدان رفته

ز نیکی تا قیامت زنده ماند سید احمد خان — که نام نیک باقی ماند گو نوشیروان رفته

نه آید در نظر روشن ضمیر دیگر خرد مثلش — که یک اندر هزاران بود سید نکته دان رفته

دگر هرگز نباشد در کلام نثر دلچسپی — که نقاد سخن شیرین زبان سحر البیان رفته

بود محمود و مهدی حالی و شبلی نذیر احمد — مگر آن لطف وعظ دلپذیر از درمیان رفته

چه حیرت گر بمرغان چمن این شور ماتم خاست — فتاده تفرقه یک همصفیر از آشیان رفته

بگل گلزار کالج بود آن دیگر عنادلها — فغان کز دستبرد باد صرصر رائگان رفته

بسوی اسٹریچی هال در کالج نظر سازید — که از حسرت چها بر بام و در ای همرهان رفته

همه پیش نظر هستند لیکن نیست سید — کجا آخر ز چشم زار آن عالی نشان رفته

همیشه یاد می آورد از یاران مرحومان — مگر از بهر دید جمال رفتگان رفته

سن رحلت زہاتف راحضیٔ بدل استیند آخر	ز دنیا سید احمد خان گلزار جنان رفتہ ۱۸۹۸ع

مولوی عبد الحکیم صاحب جوشؔ رئیس میرٹھ

سید احمد نیّر تابان ہند
آج منزل اوسکی ہے کنج لحد
خواب غفلت سے جگایا قوم کو
آہ جسنے جانب اقلیم علم
حُسن سعی وخوبیٔ تدبیر پر
جوشؔ تو لکھہ ایک دو تاریخ گو
سید احمد حسرتا ہیہات حیف

تھا سپہر العیر گویا مثل ماہ
درد دل سے کیون نہو عالم تباہ
ہو جوار رحمت اوسکی خوابگاہ
قوم کی خاطر بنائی شاہراہ
فیض علم شان کالج ہے گواہ
بے اثر نالہ ہے بے تاثیر آہ
قوم کا ہمدرد دانا خیر خواہ
۱۸۹۸ع

دیگر

ڈاکٹر سید احمد خان گذشت افسوس حیف
بہر تاریخ وفاتش جوشؔ زد این نعرہ

نیک طینت نیک سیرت نیک نیت نیک خواہ
سید احمد خیر خواہ قوم اولوالعزم آہ آہ
۱۸۹۸ع

حافظ محمد اکبر صاحب رئیس شہر میرٹھ

آتی ہے ہر طرف سے یہ غمگین صدائے قوم
اب دیکھین کون ناز اوٹھاتا ہے قوم کے
کیون سر برہنہ قوم نہ اب ہو کے بھٹکے
ایسا گیا ہے قوم کو بے آس چھوڑ کر
اب کیون نہ ڈگمگائے یہ قومی جہاز حیف

اب دیکھیے کہ کون ہو دل سے فدائے قوم
وہ سر نہین کہ نذر تھا ہر دم برائے قوم
اے وائے سر سے اوڑھ گیا ظل ہمائے قوم
گویا وہ جان نثار نہ تھا آشنائے قوم
بحر فنا مین غرق ہوا ناخدائے قوم

اے قوم تیرا حافظ و ناصر خدا رہے
گو آج لب پہ نالہ ہے ای وائے ہائے قوم

منہ پر جسے برا کہین اور وہ ہنسا کرے
دنیا مین کوئی دوسرا اب ڈہونڈ لائے قوم

سرسبز و بار ور کیا گلزار قوم کو
ابر بہار قوم تہا نزہت فزائے قوم

عز و وقار قوم جو سید تہا خاک مین
ہیہات اپنے ہاتہہ سے اوسکو سلائے قوم

رونا تہا جسکو قوم کے حالِ تباہ کا
صد حیف اوسکی نعش پہ آنسو بہائے قوم

اسدرجہ محو تھا وہ محبت مین قوم کی
گویا کہ سوچتا ہی نہ تہا کچہہ سوائے قوم

سالار قوم مر گیا کیا جسکے واسطے
ماتم کا اذنِ عام ہوا از برائے قوم

کالج ترا مدینۂ علم و کمال تہا
مرقد سے تیرے بنگیا وہ کربلائے قوم

سید تہا فخر قوم تہا اور ذی وقار تہا
ماتم مین اوسکے جہک گیا آخر لوائے قوم

وہ جان نثار قوم گیا خلد کیطرف
عاشق کا اپنے آکے جنازہ اٹھائے قوم

حالی و شبلی - مہدی و محمود نوحہ گر
اور سر پہ خاک اڑاتا تہا ہر مہ لقائے قوم

تہے ماتمی لباس مین کالج کے نوجوان
اور دوش پر جنازۂ صدق و صفائے قوم

وہ دردمند قوم تہا اور غمگسار تہا
زیبا ہے اوسکو گر کہین فرمانروائے قوم

جب آفتاب قوم گیا برج خاک مین
اندوہِ غم سے خاک نہ کیونکر اڑائے قوم

کسکیلئے یہ نالہ و واحسرتا ہے آج
کیون آسمان پہ جاتی ہے آہ و بکائے قوم

اے ٹون ہال تو ہی بتا کیا ہوا تجھے
عشرتکدے سے بن گیا ماتم سرائے قوم

کیا کوئی نوجوان - حسین مہ لقا اٹھا
یا اس جہان سے اوٹھگئی مہر و وفائے قوم

ناگاہ دردناک صدا آئی کان مین
منہ مین زبان نہین جو کہے ماجرائے قوم

وہ درد جان گسل ہے کہ جسکی دوا نہو
آتی نہین خیال مین شکل شفائے قوم

جسنے نکالے قوم کے ارمان ہزار ہا
صدمہ ہے اوسکی موت کا حسرت فزائے قوم

احمد جوار رحمت حق مین رہے مدام
محمود ہے جہان مین اب مدعائے قوم

نازو کرشمے قوم کے سب خاک مین ملے	سید گئے ساتھہ دفن ہوئے ہر ادائے قوم
صبر جمیل خالق اکبر عطا کرے	اہل عزا کو۔ ہے یہی دل سے دعائے قوم

دیگر

سید احمد خان بہ مینو بروجان	جسم زیر خاک در کالج سپرد
سال نقلش اکبر از ہاتف شنید	خیرخواہ قوم سید بود مرد
	۱۸۹۸ء

سید محمد مرتضیٰ صاحب بیان و یزدانی رئیس میرٹھہ

تھہ ہے سید احمد خان بہادر کی وفات
وہ زمین کا فخر جو آسمان سے اوٹھہ گیا
ہے اندھیر اچار سو یا رب یہ کیا اندھیر ہے
آج نجم الہند کیا ہندوستان سے اوٹھہ گیا
راج تیرا لٹ گیا اے قوم اے حرمان نصیب
تیرے سر کا تاج تخت عز و شان سے اُٹھہ گیا
بیکسی چھائی ہوئی ہے کیا در و دیوار پر
میر سامان علوم آج اس مکان سے اُٹھہ گیا
اوسنے کی تھین حکمتین یونان مین اصلاحین بیدا
پیر افلاطون خم ہفت آسمان سے اوٹھہ گیا
پھر چراغ قوم کے انوار دہندلانے لگے
ماہتاب علم آفاق جہان سے اوٹھہ گیا
اب بہارستان فطرت مین کہان وہ چہچہے
مرغ زیرک خانۂ آشیان سے اُٹھہ گیا
کون سمجھائے گا سلطانکو رعیت کی زبان
ترجمان قوم تخت حکمران سے اوٹھہ گیا
وہ عماد مملکت تہا وہ ستون سلطنت
ہائے قیصر قیصر ہندوستان سے اوٹھہ گیا
اوسکے پروانے تڑپکر رہگئے بے بال و پر
شب چراغ عقل بزم کن فکان سے اوٹھہ گیا
اے اجل دارفنا سے اسکی میت کیا اوٹھی
صبر کا بستر دل فریاد خوان سے اوٹھہ گیا
دل ہمارا کر دیا اے صبح پیری تو نے شام
مہر انور منزل کون و مکان سے اُٹھہ گیا
بنتے بنتے علم کا پتلا ادہورا رہگیا
چاند بڑہتا تھا کہ وہ سورج یہان سے اوٹھہ گیا
ہائے جسنے ڈالدی تہی قوم کی مردوں مین جان
وہ مسیحا دست مرگ ناگہان سے اوٹھہ گیا

اے دلِ نالان جرس بن اے جرس فریاد کر
کاروان سالارِ ملت کاروان سے اوٹھ گیا

اے علیگڈھ تیرے ویرانے کو اب دیکھے گا کون
خانہ آرائے ترقی خانمان سے اوٹھ گیا

کیون نہ کالج مین اُڑائے خاک کالج کی بہار
باغبانِ علم صحن بوستان سے اوٹھ گیا

سوزِ غم سے کیون نہ خون ہو دل ترقی کے نہال
سایۂ ابر بہاری گلستان سے اوٹھ گیا

کہل گیا اس سنہ مین انجام کسوف آفتاب
وہ سٹار آف انڈیا ہندوستان سے اُٹھ گیا

ہے تلاطم مین تنِ اسلام کشتی کیطرح
ناخدا اس ناو کا بحرِ جہان سے اوٹھ گیا

صدر دیوان شرف سے وہ اُٹھا اے قوم کیا
کوسِ دولت تیرے رنگستان سے اُٹھ گیا

اب کرے گا کون روشن امتِ احمد کا نام
وہ سمی احمدِ مرسل جہان سے اُٹھ گیا

لوٹتا ہے خاک پر تن ملک بے سر ہو گیا
تاجِ عزت تارکِ آخر زمان سے اُٹھ گیا

جب دیا کاندہا جنازے کو ہوئی مہتاب قوم
دہڑ تڑپتا رہ گیا اور سر جہان سے اُٹھ گیا

شعر کیسے نظم کسکی نالہ کیا فریاد کون
شعلۂ آتشِ دل گرم بیان سے اُٹھ گیا

جناب شیدا دہلوی اڈیٹر سول اینڈ ملٹری نیوز

کیون نوحہ کنان آج ہر اک پیر و جوان ہے
ہر سمت سے کیون نالہ و فریاد و فغان ہے

کیون سینہ مین ہر دم خلشِ درد نہان ہے
کیون دیدۂ تر آج تو خونابہ فشان ہے

رہ رہ کے نکلتی ہے وہ آہ شرر انگیز
جون شعلۂ جوالہ ہوئی آتشِ غم تیز

ہان کیون نہو یہ شور و شغب آہ و فغان کا
کیونکر متحمل ہو دل اس رنج گران کا

ہو چاک گریبان نہ کیونکر دل و جان کا
راہی وہ ہوا بلبلِ خوش لہجہ جنان کا

تھی روح فزا جسکی صدا ہمنفسون مین
مرغانِ گرفتار تھے خوشدل قفسون مین

اے سیدِ عالی نسب و سرور و سردار
اے خادمِ مخدوم صفت قافلہ سالار
دلدادۂ حبِّ وطن و ملک کے غمخوار
اے کشتۂ تیغِ غمِ قومی کے دل افگار
دیکھا نہین تجھسا تو کوئی ہمنے جوانمرد
ہمدردئ انسان کا پتلا - ہمہ تن درد

رکھتی تھی صدا تیری عجب برق کی تاثیر
ہر فقرہ زبان سے ترا سینونکے لیے تیر
دل خلق کا اِک بات مین کرلیتی تھی تسخیر
اَب کون جو رو رو کے رُلائے دمِ تقریر
اَب کون کرے قوم کی حاجات روائی
لے تیری طرح ہاتھ مین کشکول گدائی

ہمدردی انسان کا نعرہ جو لگایا
ہمسایون کو بھی راز ترقی کا بتایا
تو نے تو فقط قوم کو اپنی ہی جگایا
سیّد ترا ممنون ہے ہر اپنا پرایا
سرشار تھے سب جام سے خودغرضی کے
قومی کا ترانہ نہ سُنا پہلے کسی سے

مانا کہ اجل سے نہین چھٹکارہ کسیکا
دم رہتا ہے کب دہر مین ہموارہ کسیکا
لاریب قضا پر نہ چلا یارہ کسیکا
بیچارہ ہے اِنسان نہین چارہ کسیکا
کچھ غم نہین گر اُٹھ گیا سیّد تو جہان سے
غم یہ ہے کہ تجھسا کوئی اَب لائین کہان سے

ڈھونڈھین گے بہت ہم ترے ثانی کو وطن مین
کلکتہ مین مدراس مین بمبئی مین عدن مین
اُتر مین نہ پائینگے تو جائینگے دکن مین
ہر قریہ مین ہر شہر مین ہر کوہ مین بن مین
ڈھونڈھینگے اگر کچھ بھی نشانی کہین ملجائے
ممکن نہین سیّدِ ثانی کہین ملجائے

افسوس ہوا بلبلِ کاشانۂ دہلی
کوئی گئی کیا گوہرِ یکدانۂ دہلی

اے خاک تو سر تودہ ویرانہ دہلی
ایک اور اُٹھا ایسا مردانہ کو دہلی

اے کان جواہر ترے جوہر کی چمک سے
پُہنچی ہے جہان تک نہ پہ سما لیکے سمک سے

اے خاک بڑا فخر ہے بیشک تجھے شایان
ہین بیدل و خسرو سے جواہر ہین یہ پنہان
اے دہلی مرحوم تری خاک کے قربان
سوتے ہین ترے پہلو مین غالب سے سخندان

یہ فخر بھی کچھہ کم نہین سید کا وطن تہا
وہ طوطی شکر شکن اوس کا تو چمن تہا

جب گردش ایام نے بد روز دکہایا
جب باغیون نے غدر کا طوفان اُٹھایا
افلاک نے جب خاک مین دہلی کو ملایا
اور گر گئی حکام کی نظرون سے رعایا

وہ کون تہا جو طالب انصاف ہوا تہا
کس کے سبب حکام کا دل صاف ہوا تہا

وہ کون کہ کافر کا لقب جسکو ملا تہا
بیدین تہا کہ مومن تہا خدا جانے وہ کیا تہا
وہ کون کہ دشنام دہند و نہ فدا تہا
واللہ ہمارا غم اُسے ہم سے سوا تہا

جو شخص کہ مخلوق پہ یون دل سے فدا ہے
شیدا کا ہے فتوے کہ وہ مقبول خدا ہے

منشی الطاف حسین صاحب بورڈر سکنڈ ایر کلاس علیگڈہ

علیگڈہ مین کیا سے کیا ہو گیا
کہ دنیا مین محشر بپا ہو گیا
نہ ظرف وضو مین نہ پیمانے مین
نہ وہ مسجدین ہین نہ میخانے ہین
نہ ساقی کہ وہ دے دوا ہوش کی
خبر لے جو قوم سیہ پوش کی
ہر اک رہ گیا تشنہ لب تشنہ کام
یہ وہ دور ہے ہے نہ ساغر نہ جام

گرا جام اوندھے سبو ہو گئے — مریدوں کے ٹھنڈے وضو ہو گئے
دل انگیز شوخی نہ صہبا میں ہے — اُداسی مزاجِ تمنا میں ہے
بھڑکنے لگی آہ سے غم کی آگ — اُڑے طوطے ہاتھوں کے بن بینگے کاگ
نہ ساقی نہ پیمانہ باقی رہا — نہ وہ دورِ میخانہ باقی رہا
ہوئے دیدۂ جام گوہر فشاں — سیہ پوش ہے غم میں پیرِ مغاں
اکھاڑے کا اندر مرا آج ہے — پریخانہ ماتم سرا آج ہے
صراحی میں ہے مے نہ بوتل میں ہے — کٹوری میں باقی نہ چھاگل میں ہے
مے آشام ہیں لاؤ بالی کھڑے — گھڑے اوندھے مٹکے ہیں خالی پڑے
برستی ہے حسرت در و بام سے — کوئی پوچھے رندانِ ناکام سے
سیہ پوش ہے غم میں حرفِ رقم — دخانی نکلتے ہیں اشکِ قلم
قلم کا جگر غم سے شق ہو گیا — پرِ مرغِ بسمل ورق ہو گیا
ہر اک کلک ہے نوحہ خوانِ الم — سُناتی ہے یوں داستانِ الم
کہ سیّد پاک عالی نسب — لئیق و خردمند عالی حسب
جہاں دیدہ پشتِ پناہِ جہاں — سرافراز امید گاہِ جہاں
نظر کردہ حکمرانِ فرنگ — ولی نعمتِ دوستانِ فرنگ
وہ آفات میں درد دکھ کا شریک — وہ ہر بات میں درد دکھ کا شریک
ہوا خواہِ سرکارِ دولتمدار — وفادار طاعت گزیں جاں نثار
فدائے وطن عاشقِ زارِ قوم — فدا قوم جس پر وہ سردارِ قوم
وہ صدیوں کے بیٹے جو مشہور ہیں — وہ ضرب المثل جنکے مذکور ہیں
بجا لاتے آداب خورد ان وہ — تھی سیّد کی تشکیل بزرگانہ وہ
وہ دس بجنے کے بعد با عقل و ہوش — ہوئے فرشِ اطلاع پہ آرام کوش

یکایک تپ ناگہانی بڑہی — طبیعت جو بگڑی گرانی بڑہی
لبون سے خموشی کے بوسے لیے — تمنا کو حسرت نے طعنے دیے
فغان نے اگر لب کا چارج لیا — خموشی نے سمجھا کے چپ کر دیا
جو وقت آگیا پھر کہان بیش وکم — اجل نے نہ دی فرصت یکدم
جو یہ رنگ کالج مین پیدا ہوئے — نشانِ قیامت ہویدا ہوئے
ہوئے سب کے سب مثل پیکر خموش — اڑے رنگ چہرونکے مانند ہوش
کہون کیا مین کیونکر کٹی غم کی رات — نہ دکھلائے اللہ ماتم کی رات
ہر اک قوم کے لوگ روتے ہوئے — سر اشکون سے دامن بھگوتے ہوئے
جنازے کے ساتھ آئے منزل کے پاس — مسافر خموش اور وہ گھر اوداس
ملا خاک مین گوہر پاک ہائے — گئی کسطرح خاک مین خاک ہائے
دریغا کہ دورِ جہان خراب — دکھاتا ہے ہر دم نیا انقلاب
یہ ہے قول مردِ حق آگاہ کا — کہ باقی رہے نام اللہ کا
بیک گردشِ چرخِ نیلوفری — نہ نادر بجا ماند نے نادری

خلیفہ بخت بہادر صاحب بخت لودہیانوی

یہ لکھنا چاہیے سید کے سنگ مرقد پر — درود احمد مختار و آلِ احمد پر
خدا کا فضل برستا نہ کیسے سید پر — کہ تہا خدا کا سلام اُنکے جد امجد پر
سُنا ہے ہمنے کہ نعمت ہے درد ہمدردی — یہ درد ختم ہوا آکے سید احمد پر
وہ حصہ بانٹا گیا اب بہ شبلی و محمود — نواب محسن ملک و نذیر احمد پر
بنائے چند ہین اشعار ذکر سید مین — سُنائے دیتا ہون رحمت ہو روح سید پر

دیگر

آنریبل سید احمد خان جو رحلت پا گیے — غنچۂ دل سب مسلمانونکے بس مرجھا گیے

الفراق اے ہوش اب قابو مین دل اپنا نہین — الوداع اے صبر ہم غم سے بہت گھبرا گیے

بعد احمدؐ یہی احمد ایک تہا ہمدرد قوم — جسکے مرنے سے ہجوم غم دلو پر چھا گیے

قوم مین وہ روح پہونکی قوم مردہ جی اوٹھی — ہم یہ مرکر زندہ کرنا وہ ہمین سکھلا گیے

کر گیے خوش وہ بزرگان سلف کی روح کو — اہل ہمت اونکے استقلال سے تہرا گیے

قومی قومی کا سبق ایسا دیا ہر ایک کو — بنکے سید علیگڈہ سے ہزارون آ گیے

کر گیے ہین وہ ادا سب درد ہمدردی کا حق — فرض تہے جسکو رسول ہاشمی فرما گیے

باتون باتون فائدہ پہنچا گئے وہ خلق کو — ہاتہون ہاتہون کالج قومی کو وہ بنوا گیے

بات کیا باقی ہے جو سیکہی نہ اونسے قوم نے — دل مین گہنا حاکمون کے وہ ہمین بتلا گیے

ناتوان تہی قوم پر ہمت بندہا کر وہ اسے — رفتہ رفتہ منزل مقصود تک پہنچا گیے

وہ دلائل فلسفانہ کے لگا کے سہم تیز — جو مذاہب باطلہ تہے سب کے سب گہبرا گیے

انگریزی گر نہ پڑہتی ٹہوٹہہ رہجاتی یہ قوم — حق تو یہ ہے وہ جہالت کا ورق اولٹا گیے

مرثیہ قومی وہ پڑہکر ہم یہ روتے تہے سدا — اب ہمین رلوا کے اپنے مرثیے پڑہوا گیے

عمر مین ہشتاد سالہ عزم مین تہے نوجوان — یہ ضعیفی اور جوانی کا سمان دکہلا گیے

غیر قومون نے بہی ہمت کا سبق ان سے لیا — پانیوالے پیر مرد سے کچہہ پا گیے

تاکہ ہمت کو نہ ہارین قوم کے یہ نوجوان — باتین حکمت کی جو سمجہانی تہین وہ سمجہا گیے

نوجوانون بوڑہے سید کے قدم پر تم چلو — بیج تو وہ بو گیا اب فصل کے دن آ گیے

مرثیہ سمجہو اسے نوحہ کہو یا سوز دل — بخت چند اشعار لیکر ہم بہی پڑہنے آ گیے

حکیم محمد عمر صاحب فصیح دہلوی

دریغا کہ سید نامور — زبیت الحزن شد بہ جنت سرائے

حکیمے کہ از صدمۂ مرگ او
نہ پا اندر افتادہ دانش بنائے

سرِ قوم بود آنکہ شد قوم را
بہ حکمت بہ ہمت بزرگی فزائے

چہ گویم از زدگان ہمین ہایہ بو
فلاطون بہ بینش ارسطو بہ رائے

سترگ اندہے رحلتش دہر را
گرفتہ بہ آدائے فریاد و دائے

بہ ماتم کہ سالِ فوتش **فصیح**
ندیدیم غیر از غم و رنج ہائے
۱۳۱۵ھ

حکیم مظہر کریم صاحب انصاری احمد آبادی

کرد رحلت سیّد والا گہر
شد ز فوتش دین احمد پر خلل

از جدائی گفتہ ام تاریخ او
فوت شد ہمدرد اقوام و ملل
۱۳۱۵ھ

مولوی صادق حسین صاحب مختار عدالت اٹاوہ

او ستم ایجاد گردوں وہ چلی ہی تو نے چال
گلشن امید جس نے کر دیا ہے پائمال

یوں ستائے گا ہمیں پہنچائیگا آزار یوں
خواب میں بھی یہ نہ آیا تھا کبھی ہمکو خیال

ہم سے غیرت یوں ہوئی روپوش جیسے منہ چھپائے
اک جھلک اپنی دکھا کر شاہد شیریں جمال

سینہ پھکتا ہے کلیجہ میں لگی ہے ایک آگ
جوش غم سے آتے ہیں دل میں مرے سو سو ابال

او جفا پیشہ کیا ہے ہم پہ تو نے جبر وہ
تا قیامت اب تلافی جسکی ہونی ہے محال

کیوں نہ ٹوٹا او ستمگر تیرا یہ دست ستم
چیر کر سینہ ہمارا دل لیا جس نے نکال

ایک دن بیٹھے بٹھائے خود طبیعت تھی اداس
دل میں آتے تھے ہزاروں وسوسے صد ہا خیال

منہ کو آتا تھا کلیجہ سنسناتا تھا جگر
تھرتھراتا تھا بدن تھی ضعف سے خاطر نڈھال

دلکو اندیشہ تھا کوئی حادثہ واقع نہو
رحم فرما اے خدا اے کردگار لایزال

اتنے میں آکر کسی نے دی خبر ایسی کہ بس
لگ گئی مہر خموشی رہگیا بت کی مثال

ہوگیا دہک سے کلیجہ غش کی حالت ہوگئی
جب سُنا مین نے کہ سیّد کا ہوا آج انتقال

کون سیّد؟ حجتِ حق رحمتِ پروردگار
کون سیّد۔ تاجدارِ کشورِ جاہ وجلال

کون سیّد؟ نور بخش دیدۂ شیخ الرئیس
کون سیّد۔ نکتہ دان ونکتہ پرور خوش مقال

کون سیّد؟ جان نثارِ حکمت ودانش پناہ
کون سیّد۔ علم پرور صاحب فضل وکمال

ناخدائے کشتیٔ گم کردگان راہِ راست،
روحِ تہذیب ومتانت جوہرِ فضل وکمال

دوستدارِ ملک وملت۔ عاشق وشیدائی قوم
پاک دل پاکیزہ گوہر پیکرِ حسن وجمال

کون سیّد تہا جو اپنا محتشم ریفارمر
جسنے ہم پر کردیا تہا وقف اپنا جان ومال

جسکے دم سے اِک تنِ مردہ مین پہرآ گئی تہی جان
جسکے ہاتہون ہی نے لی تہی ڈوبتی کشتی نکال

وہ ہی سیّد جسکی ہر تقریر تہی جادو اثر
وہ ہی سیّد جسکی ہر تحریر تہی سحرِ حلال

وہ ہی سیّد جسکی کوشش سے ہی کالج کا وجود
کیسا کالج جسکی دنیا مین نہین کوئی مثال

وہ ہی سیّد جسکے احسان ملک وملت پہ ہین
وہ ہی سیّد جس پہ تہا فضلِ خدائے ذوالجلال

آہ وہ مخدوم سیّد اس جہان سے چل بسا
چہوڑ کر ہمکو پریشان خاطر وآشفتہ حال

گُل سے بُو جاتی رہی قالب سے جان رخصت ہوئی
اور گیا صحنِ چمن سے عندلیبِ خوش مقال

تیغ سے جوہر مٹے دُر سے چمک جاتی رہی
نور آنکہون سے گیا دامانِ صحرا سے غزال

صاف مطلع ہوچکا تہا اور چمک اوٹہا تہا بخت
دیکہتے ہی دیکہتے پہر چہا گیا ابرِ زوال

اِسکو کہتے ہین مقدر کا لکہا مٹتا نہین
ہوگیا کیا اور ہم سب کر رہے تہے کیا خیال

خیر۔ ہم تو اپنے اعمالونکی بہگتین گے سزا
آپ پر رحمت خدا کی اے بزرگ خوشخصال

منشی ممتاز علی صاحب از مسولی ضلع بارہ بنکی

وائے قسمت ہند سے اک باوفا جاتا رہا
قوم کے ہاتہون سے کیسا رہنما جاتا رہا

کیا کہین اے دوستو ہاتہون سے کیا جاتا رہا
آگے بڑہنے کا ہمارے حوصلا جاتا رہا

ورطۂ افلاس سے جو قوم کو کرتا تہا پار
قوم کے ہاتہون سے اب وہ ناخدا جاتا رہا

سوگ مین بیٹھی ہوئی یون کہہ رہی ہے راستی ‎ ‎ ‎ اب ترقی کا ہماری سلسلہ جاتا رہا
زندگی کا دور تیرا برکتون سے تھا بھرا ‎ ‎ ‎ وائے قسمت آرزو کا آسرا جاتا رہا
مطمئن حکام تھے پبلک کو بھی تھا اعتبار ‎ ‎ ‎ سوچیئے کیسا معظم مدعا جاتا رہا
دلربا دلکش نظر آتی تھین حسین صورتین ‎ ‎ ‎ درسگاہ ہند سے وہ آئینا جاتا رہا
خود زمانے کو رہے گا تیرے کھو دینے کا غم ‎ ‎ ‎ تلخ کامون کی زبانون کا مزا جاتا رہا
خودغرض ہوتے جو تم ہرگز نہ روتے ہم کبھی ‎ ‎ ‎ آسمان سے بے وفائی کا گلا جاتا رہا
کیون نہ طلبا حسرت و افسوس سے ماتم کرین ‎ ‎ ‎ اون کی اُمیدون کا سارا آسرا جاتا رہا

منشی محمد خان صاحب راجپوت ساکن داود تحصیل رعیہ سیالکوٹ

صباحے چو از خواب برخاستم ‎ ‎ ‎ جہان را پر از ہاے ہو یافتم
زمین را بسانِ عروسِ جوان ‎ ‎ ‎ کہ مردہ شود شوہرش بیگمان
قرار و سکوت و نہ آرام و خواب ‎ ‎ ‎ مگر از تفِ غم شدہ چون کباب
پراگندہ خاکِ جہان بر سر است ‎ ‎ ‎ ہمان چادرِ نیلگون در بر است
ز ذرتِ زمین تا بہ گردان سپہر ‎ ‎ ‎ بجز نالہ و آہ ننمود چہر
دل ہر کسے پُر ز رنج و الم ‎ ‎ ‎ ہمہ جانداران گرفتار غم
خروشان بے چارہ زاری کنان ‎ ‎ ‎ ز وندے بہر لحظہ بانگ و فغان
ملائک ہمہ یافتم پُر ز غم ‎ ‎ ‎ بدل بد تاسف و در دیدہ نم
بپُرسیدم این شور و غوغا ز کیست ‎ ‎ ‎ ہم این گریہ و آہ را وجہ چیست
ملائک چرا آہ و زاری کنند ‎ ‎ ‎ چرا مردمان نعرہ ہائے زنند
ہمیشہ کنند جو این چرخ پیر ‎ ‎ ‎ از دہر یکے را دعا ناگزیر
نداند حق خویشی در ہستی ‎ ‎ ‎ نہ بینم از و ہیچ جز کاستی

ندانی که سید قوم ما
شد امروز زینجا به ملک بقا

سوئے خلد شد آن جہان پہلوان
امیر ملک خواجہ مومنان

وفادارِ قیصر مددگارِ دین
ہمان خیرِ انگلیش را دوربین

خدائے جہان تا جہان آفرید
کسے ہمچو سید نیامد پدید

رسانا در وحش بباغ ارم
نگہدار داورا بفضل و کرم

بگفتا مرا خان تاریخ سال
که شد فوت سید نیک فال
۱۳۱۵ھ

خواجہ عباد اللہ صاحب اختر امرتسری

کیا کہین دکھلا رہا ہے کیا زمین پر آسمان
شعبدہ پردازیان اور نت نئی نیرنگیان

اسکی گردش مین مگر اندازِ معشوقانہ نہین
آج گر ہے مہربان تو کل وہی ہے نامہربان

گلشنِ قدرت ہمیشہ گل کھلاتا ہی رہا
لوٹتی ہے سب بہارِ بوستان فصلِ خزان

جبکہ خود دنیائے فانی کو نہین ہرگز قرار
کسطرح آرام و راحت اور خوشی ہو جاودان

روز و شب گردش مین جو ہو اسکو ہو کیونکر قیام
اور پھر قایم رہے کیونکر جو ہو کچھ درمیان

تھا جہان آباد لیکن یہ جہان آباد تھا
اب نہین آباد اس جا جا تا ہے جنگلان

سیکڑون اہلِ نشان گذرے پتہ کس کا دین
اب تو ڈھونڈے سے بھی ملنے کا نہین اونکا نشان

کچھ نہین نامِ سلیمان کے سوا باقی رہا
گو کہ تھا زیرِ نگین اِک وقت اونکے اِک جہان

گرم تر بازار جنکا یوسف مصری سا تھا
لیگئی جاہِ عدم مین اونکو مرگِ ناگہان

گل شگفتہ خاطرین تھین آج پژمردہ ہوئین
مردمِ دیدہ سبھی ہین ہائے خونی پتلیان

ساتھ آہون کے نکلتے اشک ہین بے اختیار
ہو گئی کمزور کتنی طاقتِ ضبطِ فغان

تیرے مرجانے سے سید کیا کہین صدمہ ہوا
ہائے جسمِ صبر و طاقت مین نہین باقی ہے جان

فرد نی جدائی ہوئی ہے غم سے جسکا گونہ پر آج
ہے بجا گر تجھکو سید ہم کہین جانِ جہان

دعوئے عیسیٰ دوران کرتا تو زیبا بھی تھا
پھونکتا تھا جب دم گفتار تو لفظون مین جان

تو مجسم علم تھا اے جانِ علم و فخرِ علم
ہو نہین سکتی بیان ہمین ہم سے تیری خوبیان

صفحۂ ہستی پہ تیرے کارنامونکا ہی ذکر
جبتک برہم نہوگا دفترِ کون و مکان

بحرِ کاہل مین تھا بیڑا قوم کا اٹکا ہوا
تو نے ہی لنگر اٹھا کر کھولے اوسکی بادبان

فرق کچھ آیا نہ ہرگز تیرے استقلال مین
فرق گو کرتے نہ تھے کچھ بدزبان و بدگمان

جان نثارِ قوم تجھسا ہوگا کب پیدا کبھی
اے فدائے قوم ہوگا قوم مین تجھسا کہان

ہو پسندِ خاطرِ دل قیدِ الفاظ و حروف
وصف آزادانہ تیرے مین کرون اک اک بیان

تیرے احسان و مروت یاد آتے ہین ہمین
ہم نہ بھولینگے تجھے ہی جبتلک یہ جسم و جان

کرتا ہے تیرے لیے اختر دعای مغفرت
اور اہلِ قوم یکدل اور ہوکر یک زبان

جانشین تیرا ہو ثابت تجھسا خوبی مین تری
بیشتر دا اسلام کے ہون تیرے سب پسماندگان

منشی امتیاز احمد صاحب وفا مہتمم ریاض سخن جائس

اب آنسو نام کو باقی نہین ہے چشم پرنم مین
کچھ ایسا ہو گیا رو رہا ہون سر سید کے ماتم مین

جسے دیکھو اُسے وہ نالہ کش ہے اوسکے ماتم مین
جسے دیکھو اُسے وہ مبتلا ہے اوسکے ہی غم مین

کچھ ایسا محو ہے ... قوم سید کی ماتم مین
کہ دم باقی نہین ہے روتے روتے چشم پرنم مین

ہماری قوم مین کس کس طرح نا اتفاقی تھی
مگر تیرے سبب سے میل کیسا ہو گیا ہم مین

تیرے احسان وہ وہ قوم پر ہین سید والا
جو تجھ مین خوبیان تھین وہ کہان ہے آئین حاتم مین

خدایا اِس جہان سے حامیٔ اسلام کیسا گزرا
پڑی ہے ایک ہلچل سی ہر اک جا سارے عالم مین

بھلا تیری سی فطرت اور طبیعت کسنے پائی تھی
کچھ اِسمین شک نہین تو فخر تھا اولاد آدم مین

جسے دیکھو اوسے وہ سر پکڑ کر اپنا روتا ہے
تہلکا مچ گیا ہے تیرے مرجانے سے عالم مین

کیے وہ کام تو نے زندگی مین اپنی اے سید
کہ جن سے نام تیرا ہو گیا مشہور عالم مین

کہان اب قوم کے جلسے کہان اب علم کے چرچے
گیے سب ساتھ تیرے نام کو باقی نہین ہم مین

اوٹھا ہاتھ اب دعاے مغفرت کر پونچھ لے آنسو
وفا اب تو بہت کچھ رو چکا سید کے ماتم مین

سید علی احسن صاحب احسن مارہروی

ہائے اپنے اخترِ برگشتہ کی برگشتگی
ہائے اپنی قسمتِ بدبخت کی بدبختگی

کل جو تھا اپنا مقدر آسمان پر سر بلند
آج ہے اوسکو حضیضِ ارض سے پیوستگی

لایق جور و جفا ہم تھے نہ اے چرخِ کہن
کیون تجھے آزار دینے سے ہوئی دلبستگی

دل گرفتہ ایک تو ہم تھے ہی اپنے زخم سے
اور اس بے وقت کے صدمہ سے پالی خستگی

ہائے سید کہ جو تھا رونقِ باغِ نبی
گلشنِ اسلام کو تھی جس سے اوکی آراستگی

تھی اوسی کی ذات اب پشت و پناہِ مسلمین
تھی اوسی کی ذات سے اسلام کی وابستگی

رات دن وہ منہمک تھا قوم کی اصلاح مین
کی پسند اس مشغلہ مین اوسنے از خود رفتگی

جیسے وہ بلبلِ باغِ محمد جل بسا
جسنے باغِ دہر مین کی مدتون گل گشتگی

کون ہے اب اے مسلمانو تمہارا خیرخواہ
کسکو ہے اس کام کرنے کی مگر شایستگی

اے مرے مرحوم سید اور جیتے چند سال
اور کرتے اپنے جانے مین ذرا آہستگی

سنہ ۱۳۱۵

خیر خواہِ قوم اسلام آہ سرسید نماند
بشنوید این قصۂ جانکاہ سید نماند

ہجری

تیرہ و تاریک کیونکر ہو نہ دنیا کا چشم
آج سید سدھارا جانبِ ملکِ عدم

ہائے اب کسکے سہارے قوم کی ہمت بندھے
منزلِ مقصود سے اب اوکھڑے جاتے ہین قدم

کون اپنی قوم کی غفلت مٹانے آئیگا
تو تو میٹھی نیند سویا سیدِ عالی ہمم

ذات تیری تھی مسلمانون کے حق مین اک سپر
بات تیری دوسری قومونکو تھی تیغِ دودم

قوم کے سر پر ترے احسان تھے حد سے سوا
تیرے سر پر تھا مگر اللہ کا فضل و کرم

ہادی راہ ہدایت جانتے تھے تجکو قوم
پیشوائے دین برحق مانتے تھے تجکو ہم

جسنے کی دنیا مین رہکر طے صراط مستقیم
خضر منزل اوسکے حق مین تھا ترا نقش قدم

نام اوچھالا تونے سید اپنے نانا جان کا
خوب اوٹھایا اونکے دین پاک کا تونے علم

آہ سید تجھے کیا رنج پہونچا قوم سے
کیون اوٹھایا اوسکے سر سے تونے یون دست کرم

جسنے لکھے قوم کی حالت پہ لاکھون مرثیے
اب اوسی کے مرگ پر کرتے ہین سب نوحہ رقم

۱۳۲۷ھ	مذہب اسلام سے اک فرد کامل اوٹھ گیا آج اس دارمحن سے مرد کامل اوٹھ گیا	محمد

وہ جو بنیاد کی ڈالی تھی مستحکم اساس
تھے مخالف گو کہ ان باتون کے اکثر بے قیاس

کچھ نہ تھا تجکو خیال اپنی مخالف بات کا
تو نہ سنتا تھا کسی منکر کا قول ناسپاس

کوئی تجکو کوس کرتا اپنے جی مین شادمان
گالیان دے کر نکلتی تھی کسی دل کی بھڑاس

جو کہ رفتار زمانہ سے ہوئے تھے باخبر
وہ سمجھتے تھے تجھے اپنا بزرگ حق شناس

ہے علیگڈھ سے وہ چشمہ فیض کا تیرے روان
تشنہ کام علم ہین جس سے بجھاتے اپنی پیاس

راحت وآرام کی امید اب کسپر بندہے
ایک تیرے دم سے تھی ہم سب مسلمانون کی آس

قوم کی اصلاح مین ہر وقت تو مصروف تھا
تھا سوا اسکے نہ کوئی کام سید تیرے پاس

مبتلائے رنج ہین ایسے ترے پس ماندگان
صبر وطاقت چھوڑ دیتے کھو دیے ہوش وحواس

قوت اسلام تھی دنیا مین تیری ایک ذات
زندگی مین تیری تجکو تھا نہ کچھ خوف وہراس

غیر حالت ہے ترے ماتم مین تیری قوم کی
تن بدن کا ہوش ہے اونکو نہ کچھ فکر لباس

۱۸۹۸ء	یاد کرکے رو رہے ہین تجکو سب پس ماندگان تیری صورت کو ترستے ہین سب اب پس ماندگان	عیسوی

تیری کس کس بات پر ہم دین گر کرے خیال
ہائے سید ہوا بیوقت تیرا انتقال

کام جو تونے کیا تھا قوم کی اصلاح مین
اب تک اوسکا دیکھ پایا تھا نہ تو پورا مآل

شکل جو تو نے بنائی تھی فلاح قوم کی
اوسکو اپنے دائرے سے تھا نہ ابتک اتصال

جمع تو نے کر لیے تھے جملہ سامانِ فلاح
رہ گیے تھے حل طلب ایک ہی اونمین سوال

ڈالکر بنیاد کالج کی تجھے یہ فکر تھی
اسکو یونیورسٹی بھی مان لین اہل کمال

جستجو کر کے تو نے کر لیے تھے جمع سب
قوم کی اصلاح کے تھے جو طریقے نیک فال

ہائے سر و گم رہے تیری ارادے سب کے سب
آگیا اک ساتھ سب پر ہائے یہ کیسا زوال

قادرِ مطلق نے دی تھی تجکو وہ عقلِ سلیم
جس سے تو نے سہل کر دی قوم کی راہ محال

کی ہمارے سر سے غفلت دور تیری فکر نے
تیری تدبیرون نے ہمکو کر دیا اتنا بحال

قوم مین اکثر نے کی گو تیری باتون سے گریز
اونکی ہٹ دہرمی سے لیکن تھا نہ کچھ تجکو ملال

سنہ ۱۹۵۵	غرق ہو جاتی یہ کشتی مذہب اسلام کی کاش لیتا تو خبر آکر نہ اِس ناکام کی	تمت

اُٹھہ گیا ہندوستان سے آج اِک روشن دماغ
اب نہ ایسا پائین گے ڈہونڈہین اگر لیکر چراغ

ہائے اِس صدمے سے ناسور جگر کیونکر نہو
یہ بڑا بھاری ہے صدمہ یہ بڑا گہرا ہے داغ

پھنک گیا اِس صدمۂ دلسوز سے پہلو مین دل
بن گیا اِس آتش محرور سے سینہ اُجاغ

یون تو تھی امید ہمکو اوسکے مرنے کی مگر
ہو گیا لبریز اوسکی عمر کا جلدی ایاغ

گوشۂ مرقد مین دیکھو سو رہا ہے آج وہ
آہ کل تک جسکے دم کے ساتھہ تھی ترئین باغ

ہائے امین اب تو چلنے کی ذرا طاقت نہین
جسنے اپنی زندگی مین چھان مارے باغ و راغ

دوست سے مطلب ہے اوسکو اپنے دشمن سے غرض
مرنیوالے کو ہوا دونون کے جھگڑون سے فراغ

رو رہے ہین آج وہ اس انقلاب دہر سے
جو نظر آتے تھے کل تک ہمکو خوش خوش باغ باغ

کیا ذریعہ ہے کہ سید کی ملے ہمکو خبر
کسطرح قاصد عدم آباد کا پائے سراغ

ختم کرتے ہین دعا پر اپنی نظم غم فزا
صدق دل سے سب کہین آمین الحسن والبلاغ

مزد کار نیکوان ضائع نباشد بالیقین
لا یضیع اللہ فی الدارین اجر المحسنین

۱۳۱ ف

خواجہ محمد شفیع صاحب خرد ملازم ڈاکخانہ سہارنپور

سید احمد خان شریف خاندانِ والا تبار
مخزنِ الطاف جودِ منبعِ احسان دیار

رہبرِ کامل ولی و پاکباز و ہوشیار
مصدرِ فیضِ زمان جانِ راحت دہِ خورد و کبار

یادگار زینتِ بزمِ سخن اہلِ دول
قوم کا حامی و مونس جان نثار و غمگسار

رہنمائے قوم وہ آزاد اور بیدار مغز
چل دیا وہ چھوڑ کر سبکو سوے دار القرار

ہوگئی ارض و سما پر ظلمتِ شب کیون نمود
ہر کس و ناکس ہے کسکا یا الٰہی سوگوار

وہ علی گڈہ کا ستارا قوم کا پشت و پناہ
وہ دُرِ یکتا تجلی بخش ہر خورد و کبار

ماتمی پوشاک سے ہر گلبدن کا پیرہن
ہر کوئی کیون رو رہا ہے ہای وا کر کے پکار

ہے ہر اک محوِ خیال سید فرخندہ بخت
ہر طرف اک شور ہے کسکا ہے عالم سوگوار

دار فانی سے گیا ملکِ بقا کو ہے ستم
ہند سے انگلینڈ تک جسکا ہوا عز و وقار

ہائے وہ سید کہ جسکا ہر کس و ناکس مطیع
وہ رفیع الشان وہ والا ہمم با افتخار

ہائے وہ اخلاق کا گنجینہ - وہ فیض مراد
اوسکی رحلت کی خبر سُنکر ہوا دل خار خار

ہائے وہ کالج کا بانی مہرِ برجِ مکرمت
وہ تسلیِ دلِ آشفتہ گان و بے قرار

ہائے وہ سید کہ جنکا نام سُنکر اہلِ ہند
خوش بخوش تھے اہلِ قریہ اور سب اہلِ دیار

ہائے وہ سید کہ سید تھا ہماری قوم کا
پائمالِ گردشِ افلاک کا ہو وہ ذی وقار

اے فلک ظلم و ستم یہ سب گوارا ہو ہمین
اور زیرِ خاک ہو ہائے وہ دُرِ شاہوار

نام نامی نقشِ ہستی سے بھلا کسکا مٹا
ہند مین ہر اک بشر کیون ہے خدایا اشکبار

یہ تمنا ہے خرد کی اور یہی ہے آرزو
ہو عطا سید کو جنت اے مرے پروردگار

جناب ذوالفقار علی صاحب آہ

سید کے ہے مرنیکا الم چار طرف
ہین چھائے ہوئے صدمہ و غم چار طرف

اسلام کا حامی تھا جو سچے دل سے
روتے ہین مسلمان ہمہ چار طرف

دیگر

آمادہ جبھی تو ہوا مرنے کے لیے
جب ہم رہے تھوڑا سا سفر جینکے لیے
جب بحرِ الم قوم کے آگے آیا
کشتی نہ رہی پار اُترنے کے لیے

دیگر

سیّد وہ مجھے یاد ہے شفقت تیری
کب قوم کو ہووے گی عنایت تیری
اسلام کے واسطے یہ ہمت یہ کوشش
اللہ اللہ ری رحمت تیری

دیگر

کیون ہم سے خفا ہوے ہماری سیّد
ہم پھرتے ہین آج مارے مارے سیّد
اخلاقِ محمّدی کا صدقہ للّٰہ
پھر شکل دکھا دو مرے پیارے سیّد

دیگر

سیّد ترے مرنیکا یہ ہنگام نہ تھا
کچھ اور ٹھہرتا تو بڑا کام نہ تھا
تھا ساغرِ عمر گو کہ تیرا لبریز
لبریز مری آرزو کا جام نہ تھا

مولوی محمد عبد الرؤف خان صاحب رافت بھوپالی

بڑھ چلی تھی وحشیون سے بھی جہالت قوم کی
وقت نے بیڈھب بنا رکھی تھی درگت قوم کی
پر بندھائی ایک باہمت نے ہمت قوم کی
کچھ سے کچھ کرکے دکھائی اوسنے حالت قوم کی

بات بنتی جاتی تھی جس کی بدولت قوم کی
چلدیا وہ اس جہان سے ہائے قسمت قوم کی

وائے اوس گلزار کی حالت پہ جسکا باغبان
صرف کردے پرورش مین اپنی سب عمر روان
پھولنے پھلنے نہ پایا ہوا ہی وہ گلستان
اور لگائے تاک ہو بیٹھی ہوئی فصل خزان

جانشین اوسکا نہو کوئی نہ کوئی پاسبان
وہ بھی اُٹھہ جاے جہان سے الحفیظ والاامان

مژدہ باد اے مرگ یعنی وہ مریض بدنصیب
اِک شفیق بے بدل عیسیٰ نفس حاذق طبیب
جا چکا تہا بیگمان جو گور کے بالکل قریب
مل گیا قسمت سے جسکو یاد تہا نسخہ عجیب

کچھہ افاقہ ہو چلا تہا اوسکی کوشش سے مگر
چل دیا وہ خود اُسے تیرے حوالے چھوڑکر

ہر سمندر پُر خطر ہر سو تلاطم ہے بپا
ہر طرف بادِ مخالف کا ہے جھونکا چل رہا
ہر گھڑی اِک تازہ طوفان سر پہ رہتا ہے کھڑا
ایسے نازک وقت مین ملاح ہو جاے جدا

کشتی بے ناخدا ساحل سے کوسون دور ہو
اے خداوندِ دو عالم جو تجھے منظور ہو

جس جگہ کچھہ امتیازِ دوست و دشمن نہ ہو
وان ٹرین آکر رُکے اور اوسمین بھی انجن نہ ہو
جس کسی صحرا مین کوسون تک کوئی مامن نہ ہو
دور تک اوس جا سے کوئی پاس اسٹیشن نہ ہو

پھر کہو کیا حال ہو اوسکے مسافر کیا کرین
روئین، بیٹھین، سر دہُنین تقدیر کا شکوا کرین

ہائے اے آوارہ منزل کاروان گم کردہ راہ
آہ! لکھا تہا تری قسمت مین یہ روزِ سیاہ
ہم سے اب دیکھا نہین جاتا ترا حال تباہ
منزلِ مقصود کوسون دور رکھی تہی کہ آہ

ہو گیے بیکار بازو قافلہ سالار کے
چھوڑ بیٹھا تجھکو قزاقون مین بے سردار کے

منزلین کیسی کڑی رستے مین کیسے زلزلے
قافلہ بدظن تو دشمن اوسکے لاکھون من چلے
رہنما وہ - ناخنون مین جسکے سارے مرحلے
یاد نہین اوسکے ہزارون پڑ کے پھوٹے آبلے

ل قوم سے مراد ہے ۱۲

اس مصیبت پر بھی اوسکے دم مین جبتک دم رہا
کاروان ہی کا سدا وہ اپنے ہمقدم رہا

قوم کے پیچھے وہ بھولا اپنا سب سود و زیان
وقت۔ عزت۔ سیم و زر آسودگی۔ جسم و جان
قوم کی خاطر جو جھیلین اوسنے کیا کیا سختیان
قوم پر اوس شخص نے کیا کیا نہ کین قربانیان

اوسکے احسانات کے دیوار و در ہین سب گواہ
جنکے بدلے مین وہ تھا صرف اپنے رب سے اجر خواہ

قوم کو اوسنے بچایا اک بڑے آزار سے
واسطہ رکھا برابر یار سے اغیار سے
قوم کی کشتی نکالی ورطۂ ادبار سے
نفع پہنچا اسکی ہر رفتار سے گفتار سے

وہ بفحوائے خبر لاریب خیر الناس[1] تھا
بلکہ اس سے بھی کہین بڑھکر وہ ذی حواس تھا

واہ کیا تشخیص۔ کیا تجویز۔ کیا تدبیر تھی
اسکی جو تدبیر یا تحریر یا تقریر تھی
تھا زبان مین کیا اثر آنکھون مین کیا تاثیر تھی
قوم کے امراض کے حق مین وہی اکسیر تھی

دیکھتے ہی نبضِ قوم۔ اللہ کیا نباض تھا
وہ لکھا نسخہ جو صحت بخش کل امراض تھا

قوم سے سنتا رہا وہ سب و شتم دلخراش
پر کبھی ہمت نہ ٹوٹی دل رہا گو پاش پاش
بدنیت۔ بدکیش۔ بداندیش۔ بددین بدمعاش
ہاے اوسکی آرزو۔ تم راہ پر آجاؤ کاش

قوم محسن کش پہ احسان کرکے کیا دم دہ تھا
سچ تو یہ ہے قوم کا سید[2] وہ تھا خادم وہ تھا

صبر مین ایوب تھا اور کوہ استقلال مین
قوم کی خاطر پھنسا تھا آپ وہ جنجال مین

[1] خیر الناس من ینفع الناس ۱۲

[2] سید القوم خادم ۱۲

اپنی دہن مین تہا جہان تہا ہو رہا جس حال مین
خدمت قومی تہی کل اقوال مین افعال مین

سہے وہ اپنے کو جو پابند صلوٰۃ و صوم ہو
پر کوئی اتنا دکہا دو جو فنا فی القوم ہو

جان تہا سید احمد فی الحقیقت قوم کی
اڑ گیا جب سر تو لازم ہے ہلاکت قوم کی

موت سید کی حقیقت مین ہے میت قوم کی
سید احمد خان کی تربت ہے یہ تربت قوم کی

ہم تو اپنے ماتمی ہین روتے ہین یون آپ کو
جسطرح بیکس یتامے روتے ہون مان باپکو

ہے مسلمانون مین یارب کسقدر قحط الرجال
جسکو روتے بیٹھے نہ پائی دوسری اوسکی مثال

آج ہوتے کم سے کم دو سو تو ایسے باکمال
جنمین سے ایک ایک سید کی مشن لیتا سنبھال

یون تو ہر حالت مین سید کا صدمہ کم نہ تہا
پر کوئی اوسکا بدل ہوتا تو چندان غم نہ تہا

آسمان پیر صدیون ٹہوکرین کہاتا رہے
انقلاب دہر ہو سیکڑون بدلا کرے

ہو یہ ممکن بہی تو اسکو اک زمانہ چاہیئے
مادر گیتی کوئی سید سا بیٹا پہر جنے

یا بشر ہوتے نہین اب جامع اوصاف نیک
یا یہی انسان ہوا تہا خلق خارق العادت ایک

جس مسلمان کے ہون ایسے نیک ارادے نیک کام
اوسکے اوپر بالیقین ہے آتش دوزخ حرام

حق تعالیٰ خلد مین دے گا اوسے عالی مقام
مغفرت مین ایسے بندونکی نہین ہے کچہ کلام

پر مسلمانونکی کیفیت ردی ہے آجکل
اے خدا تو انکو سید کا دے نعم البدل

منشی احمد مختار صاحب بدر تحصیلی شہری مقیم دیوریا ضلع گورکہپور

ہائے پہر کیا مصیبت آگئی
ہر طرف کیسی اوداسی چھا گئی

قوم کے دل کی کلی مرجھا گئی
واے قسمت تو ہمین تڑپا گئی

چرخ نے یہ دن دکھایا ہاے ہاے
اُٹھہ گیا سیّد کا سایہ ہاے ہاے

ہادی و رہبر ہمارا اُٹھہ گیا
تہا ہمین جس کا سہارا اوٹھہ گیا
فخر جس پر تہا وہ بیمار اوٹھہ گیا
اپنی بیماری کا چارا اوٹھہ گیا

اُٹھہ گیا سر پر جو تہا ظلِّ ہما
تابِ نکبت کا اثر پڑنے لگا

آفتابِ عزّ و تمکین چل بسا
قیس اہلِ ملک غمگین چل بسا
عاشقِ اسلام شیرین چل بسا
افتخارِ ملت و دین چل بسا

یکّہ تازِ دہر دنیا سے گیا
سارا عالم بن گیا ماتم سرا

بحرِ امواجِ معانی مرگیا
سرورِ عذب البیانی مرگیا
باعثِ رطب اللسانی مرگیا
شاہِ ملکِ نکتہ دانی مرگیا

شمعِ تعلیم و تعلّم بجھہ گئی
مشعلِ راہِ تکلّم بجھہ گئی

باغبانِ روضۂ علم و ہنر
طوطیِ باغِ بیانِ معتبر
آبیارِ دوحۂ کحل البصر
بلبلِ گلزارِ نطقِ پُر اثر

ہاے سیّد مجمعِ اوصاف تہا
خوبیون کا چشمۂ شفاف تہا

پیر تہا لیکن عصاے پیر تہا
مشکلون مین ناخنِ تدبیر تہا
حرز بچے کا جوان کا تیر تہا
تھی سیاست متن وہ تفسیر تہا

ناخدائے کشتی اسلام حیف
حیف بر ما گردش ایام حیف

قوم شیرین وش تھی وہ تھا کوہکن
لایا ہم تک علم کی نہر لبن

کاٹ کر سنگ جہالت با محن
اور جیسے پربت تھے مطلق شکن

ہند میں اک روشنی پھیلا گیا
سبکو سید ہی راہ وہ دکھلا گیا

چارہ کیا ہے مشیت پر الم
اب دعائے مغفرت کرتے ہیں ہم

درد کی دارو نہیں اظہار غم
مومنو آمین کہو مل کر بہم

یا الٰہی تیری رحمت چاہیئے
حشر میں سید کی حرمت چاہیئے

سید تفضل حسین صاحب مہتمم مدرسہ ناصر المومنین انبالہ

از جہان رفت وائے سید
حیف صد حیف ہائے سید

بود در خلق رہبر یکتا
ہائے صد وائے وائے سید

عالم علم دوست فاضل دہر
ناگہان مرد وائے سید

ذات او بیگمان فنا فی القوم
بود صد حیف ہائے سید

ہائے پشت و پناہ اہل حق
رفت و بگذشت وائے سید

ہند را مخزن علوم کہ کرد
مرد صد حیف ہائے سید

رشتہ در بین حاکم و محکوم
بود واللہ وائے سید

ہر کہ بشنید مرد سید
گفت صد بار ہائے سید

آتش در تمام ہند فتاد
ہمہ گفتند ہائے سید

تاکجا ہائے وائے اے شیدا ۔ فاتحہ خوان برائے سید

منشی محمد اقبال صاحب طالبعلم گورنمنٹ کالج لاہور تلمیذ حضرت داغ

اِنّی مُتَوَفِّیکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ وَمُطَہِّرُکَ

١٣١٥

مولوی عبدالستار صاحب مختار مجہولی ضلع گورکھپور

الاس الاس آنریبل سید احمد خان بہادر سی-اس-آئی - ڈ ایڈ

١٨٩٨ء

شہزادہ مرزا محمد عبدالغنی صاحب ارشد گورگانی دہلوی

ہائے اے سر سید احمد خان بہادر ہائے
قوم کو تھا آپ سے عز و تفاخر ہائے ہائے

بحر ہمت مین تھے آپ اک بے بہا در ہائے ہائے
آب کا اب رہگیا ہم مین تصور ہائے ہائے

وا دریغا چھپ گئی آنکھون سے صورت آپکی
دلمین باقی ہے مگر اب تک محبت آپکی

کون ہے وہ جسکی اس صدمہ سے آنکھین نم نہین
جسم کی کیا آبرو ہو جسم پر جب سر نہین

آج سید نہین تو دل کو کل دم بھر نہین
کون سی جان ہے جو اس اندوہ مین مضطر نہین

اے حکیم قوم اُٹھ حالت ہماری زار ہے
مُنہ کفن سے کھول سید قوم کل بیمار ہے

یون نہا دھو کر چلے ہین آپ تو سوے عدم
کر لیا کیا مشن پورا اپنا اے عالی ہمم

یہ بھی فرماتے نہین مُنہ سے کہ لو جاتے ہین ہم
کیا مرادین آپکی بر آگئی ہین بیش و کم

آپکی باقی نہ تھی کیا اب ضرورت قوم کو
اتنی جلدی کیون کیا حضرت نے رخصت قوم کو

اے خردمندِ جہان وہ وقت ابھی آیا نہ تھا
زندگی تیری ہمارے واسطے تھی کیمیا

تو نے چھوڑا ہمکو تنہا یک بیک وا حسرتا
تو نہین تو خاک اب جینے مین ہو اپنے مزا

روشنی تھی قوم کی مجلس مین تیرے نور کی
ہو گیا تو دور ہم سے یہ مصیبت دور کی

سینہ اونچا تھا ہمارا تجھسے اے عالی ہمم
تو سلامت تھا تو کچھ ہمکو نہ کھٹکا تھا نہ غم

ہم یہ کہتے تھے رہے دنیا مین تیرا دم قدم
کس مصیبت مین پڑے ہین اب ترے مرنے سے ہم

جو سہارا تھا ہمارا وہ سہارا اب نہین
کہہ گیا سید ہمین کوئی ہمارا اب نہین

تجھپہ ہم قربان اے پیرِ بزرگ و مضمحل
اے مقدس ذات اک دن خواب مین آکر ہی مل

قوم کے صدمے سے زخمی ہو گیا ہے تیرا دل
یہ بنا زخم جگر اب ہو گیے کیا مندمل

کیا دوا اے دردِ فرقت تھی قضا تیرے لیے
اور کچھ قدرت کو دینی تھی دوا تیرے لیے

دیکھ تو اے باغبان اٹھکر چمن کا اپنے حال
غنچے سر ڈالے ہوئے ہین کیا ہوا انکو ملال

لہلہاتے تیرے پودے ہو گیے سب پایمال
پھول مرجھا کے ہوئی ہین حال ہے اتنا نڈھال

بلبلون کے لب پہ ہردم نالہ و فریاد ہے
باغبان آجا چمن مین دل بہت ناشاد ہے

نونہالِ باغ تیرے تھے ابھی تک بے ثمر
کیا زمانہ کی ہوا بدلی الٰہی سربسر

چاہیے جتنی بہار آئی نہ تھی ہر ایک بر
شاد کیونکر ہو گئی کیونکر بجھی شمع سحر

روشنی کے وقت مین اندھیر کیونکر ہو گیا
قوم کی قسمت مین اتنا پھیر کیونکر ہو گیا

اے بزرگِ قوم ایسی کیا ہوئی ہمسے خطا

آپ ساری قوم سے یون ہو گئے بالکل خفا

اپنے نانا پاس پہونچے آپ تو واحسرتا
ہم اکیلے رہ گیے تیری دوہائی ہی خدا

کسطرح پائینگے اب ہم آپسا ہمدرد قوم
آپکے غم مین ہے روتا قوم کا ہر فرد قوم

اے مسلمانون کے لیڈر سخت گھبرائینگے ہم
ڈھونڈھکر تجکو جہان مین کسطرح لائینگے ہم

جب نہ اس دنیا مین صورت کو تری پائینگے ہم
تیرے غم نے ہمکو مارا ہے کدہر جائینگے ہم

جب ستائیگی ہمین دنیا تو یاد آئے گا تو
اے مقدس روٹھنے والے کہان پائیگا تو

کون نیک و بد زمانہ کا ہمین سمجھائے گا
آبرو پانے کے رستے کون اب دکھلائیگا

کون درد اور دکھ کے عالم مین مدد فرمائے گا
اے شریکِ دردِ قومی تو کہان سے آئیگا

تو نے جو احسان کیے ہین قوم کو سب یاد ہین
تو نہین ہم مین تو ہم سب خستہ و ناشاد ہین

آہ اے سید یہ ہم پر کیسی آفت ہے عظیم
کون دیکھے گا ہماری آنکر حال سقیم

قوم ہو بیمار اور منہ موڑ لے اوس سے حکیم
قوم تیری ہو گئی ہے آج بے سر اور یتیم

تیرے بیمارون کے بچنے کی بہت کم آس ہے
بے امیدی ہر سرہانے نامرادی پاس ہے

تیری ہمت نے بندہا رکہی تہی ہم سب کی کمر
تو نے چالون سے زمانے کی ہمین دی تہی خبر

تہی بڑہاپے مین تری ہمت ہماری راہ بر
ہم اوسی رستے چلے تو نے کہا جس راہ پر

پاک تقریرین تری کیونکر سنینگے جاکے ہم
اے علیگڈہ تجھ مین اپنا سر دھنینگے جاکے ہم

یہ وہ سید تہا کہ جسکو قوم نے کافر کہا
یہ وہ سید تہا کہ کافر سن لیا اور ہنس دیا

یہ وہ سید تہا کہ جسکو گالیان دین برملا
یہ وہ سید تہا کہ کہا کر گالیان تک خوش رہا

قوم سے سب کچھہ سُنا مُنہ سے شکایت کچھہ نہ کی
اُسپہ یہ خوبی کہ کم اُسپر عنایت کچھہ نہ کی

اے جوانو سر کو پیٹو آج اوسکی وفات
تھی تمہارے واسطے ہر دم مبارک جسکی ذات
یاد جب آئے گا تمکو سیّدِ والاصفات
کیا تعجب غم مین تم رویا کرو دن اور رات

جب نہ سیّد سا کوئی مہربان پاؤگے تم
سر کو غم مین پیٹ لوگے غم سے مرجاؤگے تم

یہ وہ سیّد تہا جو تہا آلِ جنابِ مصطفٰے
یہ وہ سیّد تہا جو تہا لختِ دلِ مشکلکشا
ارشد اوسکی مرگ کا غم جسقدر ہے ہے بجا
پر خدا کو تہا جو کچھہ منظور وہ ہی ہوگیا

اَب دعا یہ ہے کہ سیّد پہ حق رحمت کرے
بخشدے اُنکے گنہ اور داخل جنت کرے

منشی احمد حسین خان صاحب بی۔اے مترجم ڈویزنل کورٹ لاہور

لوگو یہ کیا ہوا ہے بتا دے کوئی مجھے
سیّد مرا کہان ہے بتا دے کوئی مجھے
وہ چاند جیسا چہرہ دکھا دے کوئی مجھے
میرا فدائے قوم ملا دے کوئی مجھے

اے قوم خیرخواہ ترا تجھہ سے چھٹ گیا
افسوس تیرا راج زمانہ مین لٹ گیا

اے قوم تجھہ سے تیرا پیارا جدا ہوا
اے قوم تجھہ سے تیرا دُلارا جدا ہوا
اے قوم تیرے دل کا سہارا جدا ہوا
اے قوم تیری آنکھون کا تارا جدا ہوا

پوشیدہ اوسکے نقشِ قدم مین جو بھاگ تہا
اے قوم اوس سے تیرا سلامت سہاگ تہا

کشتِ امیدِ قوم کو سیّد سحاب تہا
باغِ نشاطِ قوم مین سیّد گلاب تہا

رخ بر عروس قوم کے سید نقاب تہا
دن کو تہا آفتاب تو شب ماہتاب تہا

صورت کو اوسکی قوم کی آنکھین ترستی ہین
اور بنکے ابر باد مین اوسکی برستی ہین

اب ہاے کون ناز ہمارے اوٹھائے گا
اب کون ہمکو وادیِ ایمن دکھائے گا
اب کون ہمکو پند و نصیحت سنائے گا
اے قوم کون گالیان لوگون کی کہائیگا

سید یہ مانا کہ جنت کو جاتے ہو
لیکن ہمین بہی کوئی رستہ بتاتے ہو

جوہر ہزارون تجہ مین تہے سید ہرے ہوئے
کہوٹے ہزارون تیری بدولت ہرے ہوئے
پودے ہزارون تیری بدولت ہرے ہوئے
فتنے ہزارون تیری بدولت پرے ہوئے

حکمت سے تیری تیغِ جہالت اوچٹ گئی
تیرے طفیل قوم کی کایا پلٹ گئی

تہی قوم ایک باغ تو بادِ شمال تہا
پشت پناہِ قوم تو اے خوشخصال تہا
یہ قوم آسمان تہی اور تو ہلال تہا
تو صاحبِ کمال تہا فرخندہ فال تہا

سید تمہارا مرنا ہے مرنا جوان کا
گل ہو گیا چراغ ہمارے مکان کا

افسوس آپ قوم سے ناحق خفا ہوئے
کچھہ تو کہو قصور وہ ہم سے ہین کیا ہوئے
ناحق حضور راہیِ ملکِ بقا ہوئے
کیون ہم تپِ فراق مین اب مبتلا ہوئے

لعلِ سپید آپ تو معدوم ہو گیے
کیون ہم گلاب وصل سے محروم ہو گیے

ہم بیکسون کے حال پہ اتنا کرم کرو
تیغِ ستم نہ ہاتہہ مین اپنے علم کرو
روٹھے نہ جاؤ ہمسے نہ ہمپر ستم کرو
تیغِ فراق یار سے نہ مرا سر قلم کرو

ہے ہے یہ کیا غضب ہے کہ تم بولتے نہین
باتین کرو کلیجے مین ٹھنڈک پڑے کہین

غفران مآب آپ تو تھے قوم پر فدا
کیا ہم بدل گیے کہ زمانہ بدل گیا

پھر دیکھتے ہی دیکھتے سید یہ کیا ہوا
خواب وخیال ہوگئی سب آپکی وفا

ایسے خفا ہوئے کہ ہمین چھوڑے جاتے ہو
بیزار اسقدر ہو کہ صورت چھپاتے ہو

سید تمہارے صدقے نہ ہمکو کھپاؤ تم
اُٹھہ بیٹھو اور قوم کو اپنی مناؤ تم

سید تمہارے واری نہ رُخ کو چھپاؤ تم
تنہا بچاری قوم کو چھوڑے نہ جاؤ تم

یہ مین نے مانا آپ سبکدوش ہو گیے
پر ہم تو روتے روتے ہی بیہوش ہو گیے

سید تمہارے یاد جو احسان آتے ہین
انگارون پر خدا کی قسم لوٹ جاتے ہین

ہم اپنے بیچ مین جو نہین تمکو پاتے ہین
نالون سے اپنے شورش محشر اُٹھاتے ہین

جب سے ترے نصیب مین سید کفن ہوا
مرنے سے بھی سوا ہمین جینا کٹھن ہوا

اے آفتاب شکل نہ مجکو دکھاؤ تم
ہرگز نہ بلبلو مجھے نغمے سناؤ تم

اَب اے ستارو آنکھہ نہ مجھسے لڑاؤ تم
مت چھیڑو مجکو لوگو نہ مجھکو ستاؤ تم

سید گیے ہین چھوڑ بس کاروان مجھے
اُنکے بغیر موت ہے رہنما یہان مجھے

سید تمہارے غم مین جہان اشکبار ہے
سید تمہارے غم مین جہان دلفگار ہے

سید تمہارے غم مین جہان بیقرار ہے
لیکن خدا کے حکم سے بے اختیار ہے

کہرام مچ رہا ہے عجب شور وشین ہے

ماتم بپا ہے سوگ مین احمد حسین ہے

محمد علاء الدین صاحب شاطر رئیس درباری ضلع بیتول

تیرگی چھائی ہوئی ہے کیسی آفاق مین
کہہ رہا ہے اک جہان واحسرتا

اے سیہ بختیٔ ہندوستان یہ کیا اندھیر ہے
دودِ غم سے سارے عالم کو کیا یکسر سیاہ

تھا جو نجم ہند مثلِ آفتاب آسمان
عاجزونکا دردمند و دردخواہ در رہتا

کیسی تو نے چھپایا اسے غروبِ چرخ دون
اپنے دامانِ ستم مین مہر الطافِ خدا

خیر خواہِ قوم ہی تنہا نہ تھا وہ خیر کل
جان نثارِ شاہ تھا ہر دل عزیزِ ماسوا

جان لیتا تھا وہ آیندہ گذشتہ کیطرح
تھا مشیر سلطنت شایستہ مدح و ثنا

علم تاریخ و کلام و فلسفہ منطق ادب
ہند سے یورپ تک ایمن اُسکا شہرہ تھا ہوا

سید محمود کو چھوڑا ہمارے واسطے
ہے بجا قوم حزین شکرِ خدا کیجیے ادا

وہ لبیب و فاضل و علامہ سنجیدہ تر
رحمت اللہ سے نعم البدل ہمکو ملا

ہاے جورِ آسمان سے صحن کالج بیکسان
ہو رہا ہے ماتم سید سے دشتِ کربلا

کیسی وہ ہمجوارِ رحمت یزدان ہوئے
کیا نوشتون مین ادب آموزدان کوئی نہ تھا

تھی ضرورت کیا ترقی علوم و عقل کی
عقل کل کیا ہو گیے تھے اب ضعیف حد سے سوا

دیکھتا ہون خواب یا بیدار ہون اے دردِ دل
حرفِ ماتم ہو رہا ہے آج کیون دستِ دعا

پھر تاریخ وفات سیدِ غفران مآب
عالم بالا سے یہ ہاتف نے شاطر سے کہا

رحلت سید احمد سے یہ بے سر ہو گیے
شرف و وجیہ و علم و فضل و قوم محمود و ذکا
١٣١٥ھ

مولوی صفدر حسین صاحب ناظر جونپوری

آنریبل سید احمد خان کہ او
گوئے علم و حکمت از عالم ببرد

مرد و در جنت شد و ہاتف بہ سال
گفت گو۔ ہم سیرتِ سقراط مرد ۱۳۲۵ ہجری

ولہ

سید احمد خان حکیم عہدِ خویش
گرد عمرے صرف در کارِ نکو

کاملِ ہر علم و ہر فن بودہ است
نیست در ہندوستان کس مثل او

مرد و ہاتف گفت در تاریخ فوت
کرد عالم جمع حق در ذات او ۱۸۹۸ع

ولہ

سیدِ صاحبدل و روشنضمیر
بگڑی ہوئی قوم کے تھے دستگیر

عاقبت اندیشیون مین بے مثال
حکمت و تدبیر مین تھے بے نظیر

اُونکے تھے بابا بھی کسی عہد مین
سلطنتِ ہند کے دانا وزیر

اور تھے میجانب سرکار بھی
کشورِ ایران مین وہ چندے سفیر

اور کئی صوبون کے تھے صوبہ دار
اُونکے عزیز اور اقارب کثیر

ایسے اولوالعزم کے مرنے سے کیون
ہون نہ غم اندوز صغیر و کبیر

ہند مین کیون غل نہو باشد ومد
آہ مرے صاحبِ خیر کثیر ۱۸۹۸ع

ولہ

مر گیے آج سید احمد خان
جن سے تھا عرش پر دماغِ ہند

پڑ گیا غل تمام دنیا مین
کہ ہوا آج گل چراغِ ہند ۱۳۲۵ ہجری

منشی محمد یعقوب صاحب شوکت ساکن بہتری غازیپور

وائے سید احمد عالی
دور از وے ہمہ عیوب شدہ

رفت پیشِ خدائے عزوجل
تائب از جملہ ذنوب شدہ

رفتنِ او بسوے روضۂ خلد
باعثِ صدمۂ قلوب شدہ

خیر صدہا ز ذات او ما تم — مدرسہ ہم بنا چہ خوب شدہ
ساختہ قوم را ز جہل آزاد — ذات وے مرجع قلوب شدہ
گفت سال وصال او شوکت — مہر اسلامیان غروب شدہ
۱۹۵۵ سمت

منشی محمد بقا صاحب بقا جے پوری

چون نشود غرق بخون قوم ما — سیل فنا آمد و سید ببرد
گرمی آتشکدۂ قوم بود — رفت و جہان را بہ الم ہا سپرد
میکدہ برباد و تہی جام مے — ہیچ نماندہ است چہ صاف و چہ دُرد
تاج و نگین رفت ز اقلیم ہوش — نقش سکون از دلِ عالم سترد
بر لب ہر عالم و جاہل فغان است — خاطرِ ہر عاقل و نادان فسرد
گفت بقا از سر اندوہ سال — آہ عجبا رہبر بے مثل مرد
۱۳۱۵ھ

سید محمد نور الحسن صاحب ہاشمی صفی پوری

سید احمد خان مشہور جہان — سوے باقی زین فنا منزل شد
با ترقی قوم کوشش ہا نمود — انچہ شد زین سعی ہا حاصل شد
دوستانش داستانہا بر زبان — برلبِ آن سید عاقل شد
بخشش حق باد شامل حال او — کہ جہان با شہرتِ کامل شد
ہاشمی تاریخ اسمی زد رقم — سید احمد خان جنان واصل شد
۱۳۱۵ھ

ولہ

سید احمد خان بہادر فخر قوم — کو بہمدردی سراپا درد بود
آن بہی خواہِ زمان شد از جہان — در ہمہ قابل ہر فن فرد بود

تا ترقی یابد این اسلام قوم / اشک سرخ و روی زرد بود

آفرین دم اشک ریزان جان سپرد / کلمه گویان بر لب آه سرد بود

هاتفی سال مسیحی واقعی است / خیر خواه قوم سید مرد بود

۱۸۹۸ع

منشی رونق علی صاحب حیرت از دہلی

درد از جهان گذشته آن سید / افسوس زما نهفته آن سید

بگذاشته قوم را بصد رنج و الم / خود راه عدم گرفته آن سید

تاریخ وفات او به حیرت هاتف / گفتا به ارم برفته آن سید

۱۳۱۵ھ

ڈاکٹر محمد اسحاق خان صاحب اسحاق مقیم ساڈھورہ

تیرے غم سے ہی بہت حال پریشان سید / ایک عالم ہے تری موت پہ گریان سید

تیرا محمود پسر اور نواسہ مسعود / دستہ غم سے ہین مجروح و پریشان سید

محسن الملک ترا شبلی و حالی سا رفیق / تیری فرقت مین یہ ہین خستہ و نالان سید

قوم روتی ہے تری آ کے خبر لے ادن کی / بن ترے کون ہے اس قوم کا پرسان سید

اب کوئی ڈہونڈے سے بھی ملتا نہین ہے تجھسا / قوم کا حال ہے اس غم سے پریشان سید

معدن لطف و کرم مخزن اوصاف جمیل / گوہر بحر شرف تھا تو ذی شان سید

بحث افراط و تفریط سے کچھ ہمکو نہین / تھا ہمارے لیے تو سایہ یزدان سید

عرصہ حشر مین بھی ہے یہ توقع ہمکو / قوم کے لینے کو ہو خلد کا دربان سید

قوم کے باغ کو تو نے نہ شگفتہ دیکھا / لے گیا گور مین بس ساتھہ ہی ارمان سید

کیون مسلمان نہ رو رو کے کرین حال تباہ / تاج اسلام مین تھا گوہر رخشان سید

ہے یہی صبح و مسا اب تو دعاے اسحاق / برسے مرقد پہ ترے رحمت رحمان سید

حق تعالیٰ اب تجھے بخشے ہے یہی سب کی دعا
ہو مبارک تجھے اب روضۂ رضوان سید

مولوی الطاف حسین صاحب حالی پانی پتی

آہ ازین تیرِ گذارا کز کمان انداختند
آہ کز یک زخم قومی نیم جان انداختند

اے عجب کز رحلتِ فردے ز افرادِ بشر
عالمے را از قیامت در گمان انداختند

اے عجب کز مردنِ یک پیرمردِ سالخورد
تاب و تب در کودک و پیر و جوان انداختند

اے عجب کز سوز اندوہِ وفاتِ مسلمے
گُردمِ ہر کیش را آتش بجان انداختند

سید اندر قوم نقدے بود اندر کیسۂ
کیسہ خالی ماندہ و نقد از میان انداختند

قوم را سرمایۂ مجد و علا از دست رفت
بعد ازان کاین گنج را در خاکدان انداختند

نوبہار آید و گر در باغ قوم امید نیست
بعد ازو طرحِ خزان جاودان انداختند

تا قیامت گوئے از تاراج ما فارغ شدند
کاین مصیبت بر سرِ اسلامیان انداختند

اہلِ دین بے یاور و این بیکس و بے یار ماند
ہر کہ این آوازہ در ہندوستان انداختند

رفت و با خود رونقِ بزمِ مسلمانی بُبرد
ملت از مرگش نیز مُرد و مسلمانی بمُرد

آہ آہ از مرگِ دہر آشوب سید آہ آہ
آنکہ دہرِ ناملایم قوم را بودے پناہ

عہد یاری کا و بملک و دین و دولت بستہ بود
تا ز تن جان بر نیامد داشتے دایم نگاہ

مشکلِ یاران اگر بودے ہمہ طوفانِ نوح
بر مثالِ کشتیٔ اندر و گردے شناہ

عمرہا کوشید تا شوید غبارِ سوءِ ظن
گر نشستہ از رعیت بر دلِ ارکانِ شاہ

چارہا انگیخت تا طرحِ صداقت افگند
در میانِ حاکم و محکوم و سالار و سپاہ

کاروانِ قوم دور افتادہ بود از راہِ راست
رفت و از بے راہہ بر گرداندہ آوردش براہ

در مصافِ دہر بودن دین و ملت را سپر
ہیچ او این بود و اندیشہ صوم و این بودش صلوٰۃ

سید القوم است هر کس قوم را خدمت کند — خدمت او بر سیادت بس بود او را گواه
گرچه از ما میتواند صد چو سید آورد — آنکه لعل آرد ز سنگ و لاله از خاک سیاه

لیک قومی کز فراز اندر نشیب افتاده اند
باز هرگز برنیایند آنچه از کف داده اند

میتوان در فضل و دانش شهرهٔ دوران شدن — در فصاحت همچو سحبان در خرد لقمان شدن
میتوان در جاه و ثروت گوی از قارون برد — میتوان در زهد و طاعت غیرت صنعان شدن
میتوان در ملک و دولت خسرو پرویز گشت — میتوان در زور و طاقت رستم دستان شدن
میتوان قطب زمان شد میتوان شد غوث وقت — هر چه خواهی میتوانی شد بجز انسان شدن
چیست انسانی تپیدن از تب همسایگان — از سموم نجد در باغ عدن بریان شدن
خوار دیدن خویش را از خواری ابنای جنس — در شبستان تنگدل از محنت زندان شدن
آتش قحطی که در کنعان بسوزد باغ و کشت — بر فراز تخت مصر از تاب آن بریان شدن
زیستن در فکر قوم و مردن اندر بند قوم — گر توانی میتوانی سید احمد خان شدن
میتوان مقبول عالم گشت اما همچو شیخ — بهر سود خلق مردود جهان نتوان شدن

جور اخوان دیدن و در عشق اخوان زیستن
زخم پیکان خوردن و مشتاق پیکان زیستن

در رهش جمعی به تقلید اسپ همت تاختند — لیک چون رفتند گامی چند دل در باختند
زود دانستند کاین سودا نه هر سر را سزد — اهل دعوی کاندرین میدان علم افراختند
کار کار شیرمردان ست کز سوز درون — بزم را افروختند و شمع سان بگداختند
سید از ره تا دم آخر عنان را بر نتافت — گرچه در راهش بسی خار و خسک انداختند
بود یاران را سپر تا بود در هر شور و شر — لیک یاران بر سرش تیغ جفا آختند
خواجه در فکر صلاح دین و ملت درگذشت — لیک اهل دین و ملت قدر او نشناختند

جز ملامت ہیچ نوشتند مزد خدمتش
آرے از عالم نہ دیدستند جز جور و جفا
آدمی وانگہ ز قوم مردہ خیزد اے شگفت

چون بنامش قرعہ در روز نخست انداختند
آن جوان مردان کہ کار اہل عالم ساختند
کاین جہان مردی زین آب و گل چون ساختند

حیف کاندر جمع مستان ہوشیاری بود رفت
در زمین شور نخلے بارورے بود رفت

گوئے کاز گردش فرو ماندہ ست چوگان را چہ شد
دہ بہ ویرانی کشید و قیمت دہقانش کجاست
چیرہ شد سہراب در دوران رستم دوران کجاست
تا کہ ہر کس ندارد تاب گذر روزگار
قوم را بیم عتاب و چشم رحم از کس نماند
پند این شیرین بیانان در نگیرد بہ دل
شد خزان و از بہاران نیست یاران را خبر
دل گرفت از خندہ گل تا بہ بست از خندہ لب
آنکہ مے بخشید جان آن باد نوروزی کجاست

کشتی از جا مے نجنبد موج عمان را چہ شد
گلہ سرگردان شود از دست چوپان را چہ شد
یافت فرصت اہرمن مہر سلیمان را چہ شد
بر نمی تابد سرے این تیک سندان را چہ شد
آن لب نفرین سرا آن چشم گریان را چہ شد
آن زبان تلخ گو - آن تیغ عریان را چہ شد
آن بہار بے خزان بزم یاران را چہ شد
آن کلید قفل دل آن لعل خندان را چہ شد
آنکہ مے بارید دُر آن ابر نیسان را چہ شد

اے علیگڈھ آنکہ گردت شہرہ در امصار کو
آنکہ از خاکت بہ گردون بُرد آن معمار کو

آہ ازان درپیشہ صدق و صفا تیز زبان
آنکہ چون دریا نبودے تیرہ از باران سنگ
بود در امت بہ بدعت متہم از راستی
یار جز علمش نبود و علم دانی نادرست
بعد سید گر جفاے قوم نگذاشت از وفا

آنکہ در سر و علن بودش یکی دل با زبان
آنکہ از عزمش نگشتے صورت کوہ گران
آرے این باشد درین عالم سزاے آستان
این چنین بے کس ستود گر جہل برد از جہان
کیست تا باشد بر این نامہربان مہربان

خانه اش دانی یکے مهمان سرائے قوم بود — کیست مر این میهمان ها را ازین پس میزبان
بعد از و کاین دشت را گلزار کرد و رفت کیست — این بناها را نگهبان این باغها را باغبان
جنبش را فقدان سر عسکر خطر دارد خطر — گله را بگسستن از چوپان زیان دارد زیان

رهروان را بعد ازین یارب دلیلِ راه کیست
دیگر این بیکس دلان را یارِ دولتخواه کیست

دوستان از مرگ نبود چاره ور فرقت مفر — چون زنان تا چند بودن بهرِ سید نوحه گر
جائے استقلال و وقتِ همت و مردانگی — کاین بلائے ناگهان را نیست جز همت سپر
در غمِ سید اگر از فرضِ خود غافل شدید — این مصیبت راست صد چندین مصیبت بر اثر
خواجه دار العلومے از بهرِ شما بگذاشت است — تا بود نسلِ شما از علم و دولت بهره ور
کوه ها کنده است تا این جوی شیر آورده است — بو کہ آبِ رفته در جوئے شما آید ز سر
ترسم این سرچشمه گردد تیره از سنگِ خلاف — هان و هان وقت است وقتِ اتفاق همدگر
عزم جزم آرید و برخیزید و همدستان شوید — دست و بکشائید و بر بندید دامن بر کمر
شصت ملین هست در هندوستان توحید گوی — ده که چندین خلق درماند ز کارِ یک نفر
یادگارِ خواجه بعد از خواجه برپا داشتن — شکر او را خوبتر زین نیست اسلوبے دگر

مژده اما این بس که در اصلاح خود کوشید زود
کز شما غیر از شما مطلوب و چیزے نبود

مولوی عبدالغفور صاحب شہباز پروفیسر سائنس اورنگ آباد کالج

زمانہ مین یہ غل ہے کسلیے شور و فغان کیون ہے — گلہ کیون ہے شکایت کی لبون پر داستان کیون ہے
فغان و شور مین یون رفتہ رفتہ کیون ترقی ہے — تزلزل مین یہ اثر سے اوسکے کل ہندوستان کیون ہے
تحیر مین کھڑے ہین کسلیے دیوار و در یکسر — عیان ہر ایک روزن سے نگاہِ خونچکان کیون ہے

گرٹوڑرن ہاتھہ یون ماتم کو یہ کیون اُٹھتے ہین سینہ تک
ہماری آہ مین آتی ہے کیون یہ رعد کی قوت
وہ ایسا کون سا گھر ہے لگی ہے آگ یہ جسمین
وہ ایسا کونسا خرمن ہے جسپر یہ گری بجلی
بہا کر لے گیا کس شہر کو سیل فنا آخر
جہاز اپنا مسلسل کسلیے یون ڈگمگاتا ہے
مسلسل گریہ وزاری یہ کیون ہے اب شمار نہین
گہن مین آپڑے ہین خود بخود یہ چاند سورج کیون
اندہیرا یان ہے وان تک کسلیے دنیا مین چہایا ہے

ہماری قوم کے سینے مین مضطر آج جان کیون ہے
ہمارے قلب مین بیتابی برقِ تپان کیون ہے
زمین سے آسمان تک سر بسر پہیلا دہوان کیون ہے
یہ بیتابی ہے ہر خرمن مین دہقان نوحہ خوان کیون ہے
یہ سیل گریہ اب ہر شہر مین طوفان نشان کیون ہے
شکستہ کیون ہے یون لنگر یہ پہٹا یون بادبان کیون ہے
تلاطم کیون ہے دریا کو ہمارا آتش فشان کیون ہے
یکایک اسطرح بگڑا قوام آسمان کیون ہے
نقاب شب مین دنکو منہ چہپائے یون جہان کیون ہے

بلا یہ تو نظر آتی ہے ہر جنجال سے بڑہکر
گہن سے کال سے طاعون سے بہونچال سے بڑہکر

سُنا تمنے نہین کیا مر گیے سید احمد خان
وہ غم جو ہے کہ رستم کے اُٹھائے اُٹھہ نہین سکتا
کیا تہا رفتہ رفتہ اپنے دلکو غم سے کچہہ خالی
ڈرائے سے بہلا وہ موت کے کب ڈرنیوالے تہے
رہے بہی تو بہت مضطر رہے قومی مصیبت پر
بہرے اب کون دم اسکا ہے بڑی کمی ہمدردی
تصدق اس محبت کے کہ اپنی قوم کے سر پہ
زمین خود آج ہے زیر سما اس بات کی شاہد
کرین آنکہون سے اپنی دیکھکر عین الیقین حاصل
ملے اُس جوہر قابل کو شاید یہ عرض کا موقع

ستم تازہ یہ ہمپر کر گیے سید احمد خان
وہ اک کمزور سر پر دہر گیے سید احمد خان
اسے پہر اپنے غم سے بہر گیے سید احمد خان
ہماری بیکسی سے ڈر گیے سید احمد خان
گیے بہی تو بہت مضطر گیے سید احمد خان
یہ دم سیدہی طرح کچہہ بہر گیے سید احمد خان
تصدق دین و دنیا کر گیے سید احمد خان
سما و زمین بے زر گیے سید احمد خان
خدا بخشے خدا کے گھر گیے سید احمد خان
عرض بنکر ہو سے جوہر گیے سید احمد خان

بہشت آئینا کہ آزار سے بنا شد لوگ کہتے ہین
پلا کر ایک جرعہ قوم مردہ کو جلا سکتا

مگر لے وان بہی درد سر گیے سیّد احمد خان
یہ کہتے تہے جانب کوثر گیے سیّد احمد خان

وہ سیّد کہ جنکی دہوم تہی مشرق سے مغرب تک
وہ سیّد کہ جنکی دہاک تہی لندن سے یثرب تک

رکہین گے قدسیونکو غم سے یہ اپنی حزین برسون
نہ چہوڑین گے وہ ہمکو دیکہنا حسرت سے مڑ مڑ کر
نہ دیکہیگی توجہ اُنکی جب اپنی طرف مطلق
کہین مدت مین جا کر دیر اُنکے فتح پائیگی
نظر آئیگی اونکی آنکہہ ڈوبتی ہوئی ناگن
دلا کر یاد اُجڑنا باغ کا قومی ترقی کے
اُٹہلا ٹہلائیگی ہر بار قومی کام کی عادت
ٹہلنا اوسکا قومی فکر مین جنت کے گردن مین
دکہا کر آب و تاب آٹفن کی نیلی سیاہی کی
سفارش قوم کی پہر جسکبہڑی مدنظر ہوگی
پہر آخر عود کی حسرت زدہ آوار سے ملکر

رہیگا زلزلے مین آہ سے عرش برین برسون
رہیگی قوم کی جانب نگاہِ واپسین برسون
رہیگی وقفِ حیرت عشوہ پرور حور عین برسون
لگائیگی نگاہِ حور و غلمان جب کہین برسون
بہشتی نہر مین موج شراب انگبین برسون
خزان کیطرح کہٹکے گی بہارِ یاسمین برسون
چڑہے اور اوترے گی سو سو بار اُنکی آستین برسون
خرام ناز کی صورت رہیگا دل نشین برسون
بیان حسرت کے لکہوائیگی زلف عنبرین برسون
رہیگی اک ادا سے وقفِ سجدے مین زمین برسون
زمانے کو سنائی دیگی یہ صوت حزین برسون

مجہے اے قوم تیرا ہجر اب ایسا ستاتا ہے
کہ دشمن بہی مرے احوال پر آنسو بہاتا ہے

تحیر سب کو ہوا ہے سین حیرت زا ہے جنت مین
ٹہلتا ہے عجب شان سے کچہہ سوچ مین اپنی
سلیقے سے کہلائے باغ مین تہذیب کے لالے
ہون خزروال حور و ں کے - اگر قومی مصیبت پر

کہ گہس آیا کہ ہے سے آج اک انگریز جنت مین
لگائے بوٹ مین سونیکا اک مہمیز جنت مین
دلِ پُر داغ کی تصویر ہے یہ نیز جنت مین
کہڑا ہو کر وہ دے اسپیچ آفت خیز جنت مین

جدھر دیکھو اُدھر چھٹتے ہوں ہمدردی کے فوارے
سُنائے داستان گر اپنی دردآمیز جنت مین

مگر قومی مدد پر باندہ لین رد جین مقدس گُل
کرے تقریر قومی گریہ جوش انگیز جنت مین

ہوئے تھے جسقدر چھوٹے بڑے تکفیر کے فتوے
سب اوسکی رستگاری کی ہین دست آویز جنت مین

عجب کیا پاس اوسکے خیر و برکت کی خطوط آئین
گھسیٹی اُسنے اِک کرسی لگی وہ میز جنت مین

چلا جاتا ہے کاغذ پر نہ رکتا ہے نہ تھمتا ہے
قلم اُسکا ہے بجلی سے زیادہ تیز جنت مین

جدا ہوتی نہین اسکی نظر سے قوم کی شیرین
لقب اوسکا پڑا ہے خسرو پرویز جنت مین

جو قومی نجد کا بن پھر رہا ہے اُسکی آنکھو نہین
یہ مجنون کی طرح ہر دم ہے شور انگیز جنت مین

قرار اصلا نہین ہے عاشق بیمار کی صورت
شرارِ عشق سے ہے دلکی لیڈن جار کی صورت

وہ سید کہ جسکا سر نہ تھا تھا علم کا مخزن
وہ سید کہ جسکا دل نہ تھا تھا خلق کا معدن

وہ سید کہ جسکی دُوربین پُرخوض آنکھو نہین
بصیرت کی شعاعون سے تھی دونون پتلیاں روشن

وہ سید برہمن آنکھہ پر جسکو بٹھاتے تھے
سمجھہ کر دیوتا تعلیم کا کرتے تھے سب درشن

وہ سید کہ جسکا ناطقہ بزم بلاغت مین
بجاتا تھا عجائب شان سے تقریر کا ارگن

شجاعت کی اگر تقریر کرتا تھا سلیقے سے
تو پھر بولنے لگتا تھا میدانِ سخن مین رن

بناتا تھا کبھی جب قوم کو مردہ تو رقت سے
بہا دیتا تھا دریا آنسوؤن کا بر سر مدفن

زبان چلتی تھی جیسے تیغ چلتی ہو سپاہی کی
کسیکا اُڑ گیا بھیجا کسیکی کٹ گئی گردن

قلم اوسکا بعینہ کام کرتا تھا کلمبس کا
کتاب اوسکی نئی دنیا خیالات اوسکے امرکین

برابر دوڑتی رہتی تھی غور و فکر کی بجلی
کبھی نیویارک مین تڑپی کبھی چمکی وہ جا لندن

اسی سے داد پاتے تھے خیالاتِ ضعفا کے
ادھر جا سر اُدھر کیپلر اُدھر ملٹن ادھر نیوٹن

مسلسل عقل سے کل رسمی سلاسل کر دیے ساقط
ہوئے آزاد شرعی طور سے مذہب کے افرکین

وہ سید کہ جسکی نوک خامہ کے اشارے سے
سمٹتے ہی چلے آتے تھے دنیا بھر کے علم و فن

حدیث و فقہ و تفسیر و کلام و فلسفہ حکمت
حساب و جبر و اقلیدس طبیعی کیمیا ہیئت

وہ سید کہ جسکی زندگانی تہی
حیات اوسکی ہماری زندگانی کی نشانی تہی

جسد مین قوم کے تہا جو بعینہ قالب کیصورت
بہلائی مین تمام اعضا کی جسکی جانفشانی تہی

وہ بہیجے کیطرح اعصاب زا تہا قوم کے سر مین
کہ جس سے جسکی از سر تا بہ پا ریشہ دوانی تہی

رگ و پے مین کبہی وہ دوڑتا تہا خون کیصورت
روان ہو در روان آسا کبہی اوسکی روانی تہی

عیون قوم کی پتلی اُسی کی خوش نگاہی تہی
لسان قوم کی بولی اوسیکی خوش بیانی تہی

مجار کہی تہی اوسنے ہند مین اک لوٹے چند کی
بجا اوسکے تطاول سے نہ راجا تہا نہ رانی تہی

گورنر - وایسرا اوس سے برابر رای لیتے تہے
اُسے حکام والا پر بہی حاصل حکمرانی تہی

اوسیکے دم سے سالانہ تہے علمی میہمان آتے
اُسیکے دم سے سالانہ وہ علمی میزبانی تہی

عیان رہتا تہا تمثیل مٹالک سے تہذیب کا لہجہ
مہذب بذلہ سنجی تہی مہذب شعر خوانی تہی

خرد لبریز تہی تحریک جام تندرستی کی
گلاسون سے اُبلتی عقل زاجا دو بیانی تہی

وہ لفظون کا شناور ہفت قلزم پار اُترجاتا
وہ معنی کا سمندر جسکی مشکل تہاہ پانی تہی

اثر اعجاز کا تہا اوسکے درد انگیز نالے مین
خدا بخشے بہت سی خوبیان تہین مرنیوالے مین

نہ ہارا اسے قوم ہمت - ہے یہ ہمت یادگار اوسکی
اگر ہو صبر ہے خود یہ مصیبت یادگار اوسکی

مناسب ہے کرین پوری عمارت صرف ہمت سے
کہ ہو کالج کی تا پوری عمارت یادگار اوسکی

رہیگی جبتلک اُردو زبان یہ ہند مین رائج
فصاحت یادگار اوسکی بلاغت یادگار اوسکی

نہین آیا شریعت کوئی ثانی ایسکے دنیا مین
شریعت مین رہیگی نیک جدت یادگار اوسکی

بڑہانا چاہتا تہا رات دن اپنونکو غیرون سے
رہیگی خویش و بیگانے مین غیرت یادگار اوسکی

ظرافت مین بہی وہ کرتا تہا یارون سے متین باتین
متانت مین رہیگی یہ ظرافت یادگار اوسکی

وہ کہتہ گیا تھا حق ہر چند موت اوسکو ڈراتی ہو
رہیگی موت کو بھی یہ جسارت یادگار اوسکی
بنا کر قوم کو بت اوسکی مسجد مین عبادت کی
رہیگی بت پرستو مین یہ بدعت یادگار اوسکی
فریقون مین پڑے تھے تفرقے جتنے مٹا ڈالے
یہ گل فرقون مین ہے آپس کی ملت یادگار اوسکی
کیا تھا اوسنے پھر ایجاد اوس دینی اُخوت کو
رہیگی حسن ایجاد اُخوت یادگار اوسکی
دلون سے اوسکے احسان کا تصور اُٹھہ نہین سکتا
یہی قائم رہیگی تا قیامت یادگار اوسکی

یہ کیا لازم ہے کچھہ سنگین سلونکی یادگارین ہون
جہان سینون مین یون رنگین دلونکی یادگارین ہون

اگرچہ ہے غم ہے جانفرسا مگر اب غم سے کیا ہوگا
کرو اب صبر یارو نوحۂ و ماتم سے کیا ہوگا
نہ اس سے دلکی کچھہ تسکین نہ ٹھنڈک اوس سے آنکھون مین
درون نالہ پر دیدۂ پرنم سے کیا ہوگا
لگاؤ زخم پر مرہم جو چاہو زخم اچھا ہو
لگانے سے جو بھاگے تو پھر مرہم سے کیا ہوگا
شفا چاہو تو ہین اب بھی ہزارون عیسیٰ مریم
نہ چاہو جب تمھین تو عیسیٰ مریم سے کیا ہوگا
جو قومی کام کرنا ہے تو یہ کم ہمتی چھوڑو
زیادہ بھی یہان کم ہے بھلا اس کم سے کیا ہوگا
ہمین درہم ہی دو ہمکو نہین دینار کی خواہش
مگر دے تو چکو پھر پوچھنا درہم سے کیا ہوگا
چمن وقت سحر ہر روز کیونکر جگمگا اوٹھے
اگر پوچھا کرین گل قطرۂ شبنم سے کیا ہوگا
تمہین سے ہاتھہ پاؤن اوسکے تم ہو وقت کے رستم
ہلائے گر نہ دست و پا تو پھر رستم سے کیا ہوگا
دکھا سکتے ہو اب بھی اپنی قدرت اہل عالم کو
مگر دل پر تو رکھو قدرت و عالم سے کیا ہوگا
یہان ہے زر کی حاجت جسطرح دلواؤ جتنا دو
حصول اس مدرسے کو بحث شکیت کم سے کیا ہوگا
یہی ہے یادگار اوسکی کرو کالج کو مستحکم
بنائے یادگار غیر مستحکم سے کیا ہوگا

عمارت علم کی ہے عرش تک اسکو اٹھا چھوڑو
مسلمانو! اسے تعلیم کا کعبہ بنا چھوڑو

زیادہ اب نہ لین قوم کے اعیان پریشان ہون
مناسب ہے تلافی کے لئے اب کچھہ جمع سامان ہون

نہ ہون مایوس خوش ہون آیہ لاتقنطو پڑھکر
پڑی ہین مشکلین جتنی یقین ہے سب وہ آسان ہون

کدھر شبلی دانا ہین کہان ہین حالی خوشگو
یہ ہے بجز تدارک باغ قومی مین غزلخوان ہون

کدھر مشتاق ہین مشتاق ہین انکی یہ سب آنکھین
کدھر محمود ہین اب واقعی محمود دوران ہون

کہان ہے آفتاب علم مولانا نذیر احمد
شعاعون سے وفا کی غرق ہمدردی سے تابان ہون

سمیع اللہ خان صاحب قضا بھی آمین گر وہ سنتے ہون
کہ سچ مچ اوٹھ کھڑے تا مولوی مہدی علیخان ہون

یہ دونون وہ ہین جو تھے سید احمد خان کے دو بازو
عجب کیا عالم علوی مین بھی وہ اپنے نازان ہون

بھلا دی جائین شایان ہے گذشتہ سرگذشتین کل
مضامین کہن زیبا ہے زیب طاق نسیان ہون

اکھاڑے مین عمل کے انتظامی زور دکھلائین
بڑہین میدان مین علمی قدم سے گرم جولان ہون

کرین چندے فراہم اسطرح دامن مین ہون انکی
گرہ مین جسقدر خورشید کی لعل بدخشان ہون

ہو یونیورسٹی چندے سے پھر اس شان و شوکت کی
کہ یورپ کے بھی سب جس سے دلی قومی دبستان ہون

علی گڑہ مین جو دار العلم کی برپا عمارت ہو
ولایت ہند کی بھی کیا عجب رشک ولایت ہو

قوی اسے فصل کے عالم مین گر یہ یادگار آئے
مبارکباد کو دوڑا ہوا خود روزگار آئے

خزان آئی ہوئی پھر جائے دروازے سے گلشن کے
نکالے ابر کا گھونگٹ چمن مین پھر بہار آئے

گلے مین ہر شجر کے ہو پڑی بیلون کی اک بدّھی
چمن مین آئے جو بوٹا لیے بیلون کا ہار آئے

لپٹ بیلون کی جائے آسمان تک کیاری کیاری سے
پھلون کے بوجھ سے جھک کر زمین تک شاخسار آئے

نظر جس پیڑ پر ڈالین دکھائے قد وہ بوٹا سا
نگہ جس پھول پر جائے نظر وہ گلعذار آئے

نئی سبزیون سے شاخ پر ہو جلوہ گر طوطے
ہزارون خوبیون سے کانین صوت ہزار آئے

چمن مین میکدے کھل جائین عقل و ہوشیاری کے
جہان انسان اگر بیہوش جائے ہوشیار آئے

وہ مے ہو جسکے ہر جرعہ سے تقوی کو طہارت ہو
وہ جرعہ ہو حرم مین جسکا زاہد جرعہ خوار آئے

ہو مستی - پر نہ وہ ہو مے کہ جسکے درد سر چڑھتا
نشہ ہو - پر نہ وہ لپٹا ہوا جس سے خمار آئے

یہی جنت وہ ہی جسمین کہ خوش ہو روح سید
یہین ٹھیرے تو اوسکے قلب مضطر کو قرار آ...

نہ ہو شاد اب امت کی ترقی کا چمن جبتک
پسند اوسکو کہان جنت کا باغ خوش بہار آ...

رکی جب اس چمن مین ہو ہوا قومی ترقی کی
تو پھر اس باغ مین کیونکر نسیم خوشگوار آ ے

اگر ہم قوم کو راحت تو سید کو بھی راحت ہے
یہان بھی اوسکو جنت ہے وہان بھی اوسکو جنت ہے

الہی سید احمد خانکو بزم خاص مین جاوے
تجلی گاہ قدرت کا تماشا اوسکو دکھلادے

بساط قرب پر تو اوسکو ماذون الشفاعت کر
عطاے خاص سے ہمت مین اوسکی زور اتنا دے

وہی ہو جائے جو چاہے وہ اپنی قوم کی خاطر
خزانون سے تری رحمت کے جو چاہے وہ دلوادے

جگادے اونکو جو ہون خواب غفلت مین پڑے سوتے
جو بیٹھے اونگتے ہون کاہلی سے اونکو چونکادے

اگر ہون ڈوبتے منجدھار مین ٹھلادے ساحل پر
بھٹکتے ہون اگر میدان مین منزل مین پہنچادے

نہین وہ چاہتا شاخین جھکادی سیب رمانکی
نہین وہ چاہتا شیر عنب کا منہ مین ٹپکادے

نہین وہ چاہتا لحماطریا کی گزک آگے
نہین وہ چاہتا شہد دہن سے جام چھلکادے

نہین وہ چاہتا آنکھون کے آگے حور کا جلوہ
وہ بجلی جو تڑپ کر قلب کو سینے مین تڑپادے

نہین وہ چاہتا خدمت کو ہردم نازنین غلمان
کہ جنکے عارض رنگین کو رغبت بڑھ کے بوسادے

وہ عاشق قوم کا ہے قوم کو اوسکی وہ دے دولت
کہ جو دونون جہان مین لیکے سکہ اوسکا بٹھلادے

وہ شیدا ملک کا ہے ملک کو اوسکے وہ دے ثروت
کہ یکسان جو پرانی اور نئی دنیا کو چکرادے

جہان ہین عاشقان قوم اوسجا اوسکو دے کرسی
یہ کیا لازم کہ وان بھی صحبت ناجنس ایذا دے

دکھا حورون کے جھرمٹ مین یون باغ و چمن اوسکو
الہی عاشقون مین تو بنا صدر انجمن اوسکو

بالخیر تمت